وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم اتاریں اُن پر فرشتے اور باتیں کریں اُن سے مُردے اور زندہ کر دیں ہم

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ

ہر چیز کو اُن کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانیوالے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن

اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ

اُن میں اکثر جاہل ہیں ف۱ اور اسی طرح کر دیا ہم نے ف۲ ہر نبی کے لئے دشمن شریر

الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

آدمیوں کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے

غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾

کے لئے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور اُن کا جھوٹ ف۳

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

اور اس لئے کہ مائل ہوں ان ملمع کی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا اور وہ اس کو پسند بھی

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ

کرلیں اور کیے جاویں جو کچھ بُرے کام کر رہے ہیں ف۴ سو کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

اُسی نے اُتاری تم پر کتاب واضح اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے ٹھیک سو تو مت ہو شک کرنیوالوں

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ

میں سے اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

اُس کی بات کو اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۵ اور اگر تو کہنا مانیگا اکثر اُن لوگوں کا جو دنیا میں ہیں

ف۱ یعنی اگر ان کی فرمائش کے موافق بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فرض کیجئے آسمان سے فرشتے اُتر کر آپ کی تصدیق کریں اور مُردے قبروں سے اُٹھ کر اُن سے باتیں کرنے لگیں اور تمام اُمتیں جو گذر چکی ہیں دوبارہ زندہ کر کے ان کے سامنے لا کھڑی کی جائیں تب بھی سوءِ استعداد اور تعنّت وعناد کی وجہ سے یہ لوگ حق کو ماننے والے نہیں۔ بیشک اگر خدا چاہے تو زبردستی منوا سکتا ہے لیکن ایسا چاہنا اس کی حکمت اور تکوینی نظام کے خلاف ہے۔ جس کو ان میں کے اکثر لوگ اپنے جہل کی وجہ سے نہیں سمجھتے۔ اس کی تشریح پچھلے فوائد میں گذر چکی۔

ف۲ یعنی پیدا کر دیا ہم نے۔

ف۳ چونکہ خدا کی حکمت بالغہ تکوینًا اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر وشر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست ونابود نہ ہو۔ اس لیے نیکی بدی اور ہدایت و ضلالت کی حریفانہ جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے جس طرح آج یہ مشرکین ومعاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور بانواع حیل لوگوں کو جادۂ حق سے ڈگمگانا چاہتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد (ہدایت خلق اللہ) میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے، اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے مرعی رکھی ہے اس لئے آپ اعداء اللہ کی فتنہ پردازی اور مغویانہ فریب دہی سے زیادہ فکر وغم میں نہ پڑیں ان سے اور ان کے کذب وافتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

ف۴ یعنی شیاطین ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھلاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور اُن کو دل سے پسند کرنے لگیں۔ اور پھر کبھی بُرے کاموں اور کفر وفسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

ف۵ یعنی "شیاطین الانس والجن" کی تلبیس وتلمیع پر بدعقیدہ اور جاہل ہی کان دھر سکتے ہیں۔ ایک پیغمبر یا اُس کے متبعین جو ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں خدائے واحد ہی کو اپنا منصف اور حکم مان چکے ہیں کیا اُن سے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف کان لگائیں۔ یا معاذ اللہ غیر اللہ کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں، حالانکہ اُن کے پاس خدا کی طرف سے ایسی معجز اور کامل کتاب آ چکی جس میں تمام اصولی چیزوں کی ضروری توضیح وتفصیل موجود ہے۔ جس کی نسبت علمائے اہل کتاب بھی کتب سابقہ کی بشارات کی بناء پر خوب جانتے ہیں کہ یقینًا یہ آسمانی کتاب ہے جس کی تمام خبریں سچی اور تمام احکام معتدل اور منصفانہ ہیں جن میں کسی کی طاقت نہیں کہ تبدیل وتحریف کر سکے ایسی کتاب اور محفوظ ومکمل قانون کی موجودگی میں کیسے کوئی مسلمان وساوس واوہام یا محض عقلی قیاسات اور مغویانہ مغالطات کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ہم نے اپنا حکم اور جس کی کتاب مبین کو دستور العمل تسلیم کیا ہے وہ ہماری ہر بات کو سننے والا اور ہر قسم کے مواقع واحوال اور اُن کے مناسب احکام ونتائج کی موزونیت کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ؕ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ
تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور سب

إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ
اٹکل ہی دوڑاتے ہیں ف۱ تیرا رب خوب جاننے والا ہے اس کو جو بہکتا ہے اُس کی راہ سے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ
اور وہی خوب جاننے والا ہے اُنکو جو اُسکی راہ پر ہیں سو تم کھاؤ اُس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اگر

كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے ف۲ اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اُس جانور میں سے کہ جس پر

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
نام لیا گیا ہے اللہ کا اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ کہ اُس نے تم پر حرام کیا ہے مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ اُسکے

إِلَيْهِ ؕ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ إِنَّ رَبَّكَ
کھانے پر ف۳ اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی

هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ؕ
خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو ف۴ اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿۱۲۰﴾
جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب سزا پاوینگے اپنے کیے کی ف۵

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ؕ وَإِنَّ
اور اُس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا ف۶ اور یہ کھانا گناہ ہے اور

الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ
شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے اُن کا کہا مانا

ع ۱۴ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ
تو تم بھی مشرک ہوئے ف۷ بھلا ایک شخص جو کہ مُردہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اُسکو دی

ف۱ مشاہدہ اور تاریخ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم، محقق اور بااصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔ اکثریت اُن ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کر دو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔ یہ آپ پر رکھ کر دوسروں کو سُنایا۔ جاہل عوام کی ان ہی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مر جائے (یعنی میتہ) اُسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا ہو اسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے، اس کا جواب اگلی آیتوں میں "فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ" سے دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ "یہ کئی آیتیں اس پر اتریں کہ کافر کہنے لگے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے، فرمایا کہ ایسی ملمع فریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کے لئے شیطان سکھاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو حلال و حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے۔ محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اُس کے نام کو برکت ہے جو اُس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مر گیا سو مُردار"۔ بتغیر یسیر۔

ف۲ جب دلائل صحیحہ کی بنا پر تم نے رسول اللہ صلعم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لا چکے تو اب فروع و جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل و فرع اور کلی و جزئی کا قبول کرنا ہمارے عقلی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی اور نبوّت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

ف۳ یعنی اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنےٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ اُن میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ؟

ف۴ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا اور خدا ہی مارتا ہے۔ پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض کا کھانا ہم کو مرغوب اور مفید ہے جیسے سیب انگور وغیرہ اور بعض چیزوں سے ہم نفرت کرتے ہیں یا مضر سمجھتے ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور سنکھیا وغیرہ اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا اُن کا کھانا ہماری بدنی یا رُوحی صحت کے لئے خدا کے نزدیک مضر ہو۔ مثلاً وہ حیوان دموی جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون وغیرہ گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ دوسرے وہ حلال و طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے، جس پر مسلمان کی چھری کے توسط سے اُس نے موت طاری کی۔ مگر عمل ذبح اور خدا کے نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک و صاف ہو گیا پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی (حد سے بڑھنے والا) ہو گا۔

ف۵ یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو۔ کذا فی موضح القرآن۔

ف۶ یعنی نہ حقیقۃً نہ حکماً۔ حنفیہ متروک التسمیہ عمداً کے مسئلہ میں ذکر حکمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ف۷ یعنی شرک فقط یہ ہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے۔ بلکہ شرک کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی تحلیل و تحریم میں سند شرعی کو چھوڑ کر محض آراء و اہواء کا تابع ہو جائے۔ جیسا کہ "اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کی تفسیر میں مرفوعاً منقول ہے کہ اہل کتاب نے وحی الٰہی کو چھوڑ کر صرف احبار و رہبان ہی پر تحلیل و تحریم کا مدار رکھ چھوڑا تھا۔

نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِهٖ فِی النَّاسِ کَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ
روشنی کہ لیے پھرتا ہے اُس کو لوگوں میں برابر ہو سکتا ہے اسکے کہ جس کا حال یہ ہو کہ پڑا ہی اندھیروں میں وہاں سے نکل

مِّنۡهَا ؕ کَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَکَذٰلِكَ
نہیں سکتا اسی طرح مزین کر دیئے کافروں کی نگاہ میں اُن کے کام ف۱ اور اسی طرح

جَعَلۡنَا فِیۡ کُلِّ قَرۡیَةٍ اَکٰبِرَ مُجۡرِمِیۡهَا لِیَمۡکُرُوۡا فِیۡهَا ؕ وَمَا یَمۡکُرُوۡنَ
کیے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار کہ حیلے کیا کریں وہاں اور جو حیلے کرتے ہیں

اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰیَةٌ قَالُوۡا لَنۡ
سو اپنی ہی جان پر اور نہیں سوچتے ف۲ اور جب آتی ہے اُن کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز

نُّؤۡمِنَ حَتّٰی نُؤۡتٰی مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕؔ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ
نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کچھ کہ دیا گیا ہے اللہ کے رسولوں کو اللہ خوب جانتا ہے اُس موقع

یَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیۡبُ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ
کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام عنقریب پہنچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے ہاں

وَعَذَابٌ شَدِیۡدٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَمۡکُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ
اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے ف۳ سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ

یَّهۡدِیَهٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَمَنۡ یُّرِدۡ اَنۡ یُّضِلَّهٗ
ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اُس کے سینہ کو واسطے قبول کرنے اسلام کے، اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے

یَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ کَذٰلِكَ
کر دیتا ہے اسکے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے آسمان پر ف۴ اسی طرح

یَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ
ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان نہ لانے والوں پر اور یہ ہے رستہ

رَبِّكَ مُسۡتَقِیۡمًا ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمۡ
تیرے رب کا سیدھا ہم نے واضح کر دیا نشانیوں کو غور کرنے والوں کے واسطے ف۵ انہی کیلئے ہے

ف۱ پہلے فرمایا کہ شیاطین اپنے رفقاء کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے جھگڑا کریں یعنی بحث وجدل تلبیس وتلبیع اور وسوسہ اندازی کر کے اُن کو طریق حق سے ہٹادیں لیکن اُن کو یہ ہوس خام اپنے دلوں سے نکال دینا چاہیئے۔ وہ گروہ یا وہ شخص جو جہل وضلال کی موت سے مر چکا تھا۔ پھر اُس کو حق تعالیٰ نے ایمان وعرفان کی رُوح سے زندہ کیا اور قرآن کی روشنی عطا فرمائی جسے لے کر وہ لوگوں کے ہجوم میں بے تکلف راہِ راست پر چل رہا ہے کیا اس کا حال اغواء شیطانی کے قبول کرنے میں اُن "اولیاء الشیطان" جیسا ہو سکتا ہے جو جہالت وضلالت کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے کیونکہ اسی ظلمت کو نور اور بُرائی کو بھلائی سمجھتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

ف۲ یعنی کچھ آج رؤسائے مکہ ہی نہیں، ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں۔ تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جائیں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لینا چاہتا ہے لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بحمد اللہ پکے ایمانداروں پر نہیں چلتے حیلہ کرنے والے اپنی عاقبت خراب کر کے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

ف۳ اُن کی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل ونشانات کو نہیں جانتے۔ ہم تو اُس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اُوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبروں کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آجائیں۔" وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملئکة او نریٰ ربنا لقد استکبروا فی انفسهم وعتو عتوًّا کبیرا (فرقان رکوع ۳) خیر یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغامبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ دعا، ریاضت یا دنیوی جاہ ودولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے۔ اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ، متکبر حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہیئے کہ عنقریب اس معزز منصب کی طلب کا جواب اُن کو سخت ذلت اور عذاب شدید کی صورت میں دیا جائے گا۔

ف۴ یعنی زور سے آسمان پر چڑھنا چاہتا ہے مگر چڑھ نہیں سکتا، اس لئے سخت تنگ دل ہوتا ہے۔

ف۵ جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے اُن پر اسی طرح عذاب اور تباہی ڈالی جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ اُنکا سینہ اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی۔ پھر یہ ہی ضیق صدر عذاب ہے جو قیامت میں بشکل محسوس سامنے آجائیگا۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "رجس" کا ترجمہ جو عذاب سے کیا ہے اس کے موافق یہ تقریر ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے "رجس" کے معنی عذاب ہی کے لئے ہیں۔ مگر ابن عباس نے یہاں "رجس" سے مراد شیطان لیا ہے۔ شاید اِس لئے کہ "رجس" ناپاک کو کہتے ہیں اور شیطان سے بڑھ کر کون ناپاک ہوگا۔ بہر حال اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح خدا تعالیٰ ایمان سے گھبرانے والوں کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اسی طرح اُن پر بے ایمانیوں کی وجہ سے شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے کہ کبھی رجوع الی الحق کی توفیق نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "اول فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ آیت دیکھیں تو البتہ یقین لاویں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دینگے ایمان تو کیونکر لاوینگے۔ بیچ میں مردہ حلال کرنے کے حیلے نقل کئے، اب اس بات کا جواب فرمایا کہ جس کی عقل اس طرف چلے کہ اپنی بات نہ چھوڑے جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنا لے، وہ نشان ہے گمراہی کا اور جس کی عقل چلے انصاف پر اور حکمبرداری پر، وہ نشان ہدایت ہے۔ ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے ان پر کوئی آیت اثر نہ کریگی۔" باقی اللہ تعالیٰ کی طرف ارادۂ ہدایت واضلال کی نسبت کرنا، اس کے متعلق متعدد مواضع میں ہم کلام کر چکے ہیں اور آئندہ بھی حسب موقع لکھا جائیگا۔ مگر یہ مسئلہ طویل الذیل اور معرکۃ الآراء ہے اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۲۷)
سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور وہ اُن کا مددگار ہے بسبب اُن کے اعمال کے ف۱
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ
اور جس دن جمع کریگا اُن سب کو فرمائیگا اے جماعت جنات کی تم نے بہت کچھ تابع کر لیے اپنے آدمیوں
الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا
میں سے ف۲ اور کہیں گے اُن کے دوستدار آدمیوں میں سے اے رب ہمارے کام نکالا ہم میں ایک نے
بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ
دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے اُس وعدہ کو جو تونے ہمارے لیے مقرر کیا تھا ف۳ فرماویگا آگ ہے گھر تمہارا
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۲۸)
رہا کروگے اُسی میں مگر جب چاہے اللہ ف۴ البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ف۵
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۲۹)
اور اسی طرح ہم ساتھ ملادینگے گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے اُن کے اعمال کے سبب ف۶
يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ
اے جماعت جنوں کی اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تمہی میں کے کہ سُناتے تھے
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۗ قَالُوْا شَهِدْنَا
تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے سے ف۷ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کرلیا
عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اپنے گناہ کا اور اُن کو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے ف۸ اور قائل ہوگئے اپنے اوپر
اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (۱۳۰) ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى
اس بات کے کہ وہ کافر تھے ف۹ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو
بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (۱۳۱) وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۗ وَمَا رَبُّكَ
اُن کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بےخبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں اُنکے عمل کے اور تیرا رب

ف۱ یعنی جو اسلام و فرمانبرداری کے سیدھے راستہ پر چلیگا وہ ہی سلامتی کے گھر پہنچیگا اور خدا اس کا ولی و مددگار ہوگا۔ یہ حال تو اُن کا ہوا جن کا ولی خدا ہے (یعنی اولیاء الرحمٰن) آگے اولیاء الشیطان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ ف۲ یعنی اے شیاطین الجن تم نے بہت سے بدبخت انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور اپنی راہ پر لگا لیا۔ ف۳ دنیا میں جو انسان بت وغیرہ پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت خبیث جن (شیاطین) کی پوجا ہے۔ اس خیال پر کہ وہ ہمارے کام نکالینگے انکو نیازیں چڑھاتے ہیں۔ اور ویسے بہتیرے اہل جاہلیت تشویش و اضطراب کے وقت جنوں سے استعانت کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ جن میں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ جب آخرت میں وہ شیاطین الجن اور انسان برابر پکڑے جائیں گے اور حقائق کا انکشاف ہوگا تب مشرک لوگ یوں عذر کرینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے پوجا نہیں کی لیکن آپسمیں وقتی کارروائی کرلی تھی اور موت کا وعدہ آنے سے پہلے پہلے دنیوی کاروبار میں ہم ایک دوسرے سے کام نکالنے کی کچھ ترکیب کرلیا کرتے تھے اُن کی عبادت مقصود نہ تھی۔

ف۴ یہ جو فرمایا "مگر جب چاہے اللہ" اس واسطے کہ دوزخ کا عذاب دائم ہے تو اُسی کے چاہنے سے ہے وہ جب چاہے موقوف کرنے پر قادر ہے، لیکن ایک چیز چاہ چکا اور اُس کی خبر پیغمبروں کی زبانی دی جاچکی وہ اب ٹل نہیں سکتی۔

ف۵ یعنی مجرموں کے جرائم سے پوری طرح خبردار ہے اور حکمت بالغہ سے ہر جُرم کی برمحل اور مناسب سزا دیتا ہے۔

ف۶ جیسے تم نے "شیاطین الجن" اور اُن کے اولیاء انسی کا حال سُنا۔ اسی طرح تمام ظالموں اور گنہگاروں کو اُن کے ظلم اور سیہ کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ہم ایک دوسرے کے قریب کر دینگے۔ اور جو جس درجہ کا ظالم و گنہگار ہوگا اُس کو اُسی کے طبقۂ عصاۃ میں ملا دینگے۔

ف۷ اُوپر جن و انس کی شرارت اور سزا کا بیان تھا اور "اولیاء الجن" کی زبانی فی الجملہ معذرت بھی نقل کی گئی تھی، اب بتلایا جاتا ہے کہ اُن کا کوئی عذر معقول اور قابلِ سماعت نہیں، دنیا میں خدا کی حجت تمام ہوچکی تھی جس کا خود انہیں بھی اقرار کرنا پڑیگا۔ یہ خطاب "یا معشر الجن والانس" کا قیامت کے دن ہوگا اور مخاطب جن و انس کا یعنی کل مکلفین کا مجموعہ ہے، ہر جماعت الگ الگ مخاطب نہیں جو یہ اعتراض ہو کہ رسول تو ہمیشہ انسانوں میں سے آئے قوم جن میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ پھر "رسل منکم" (رسول تم ہی میں کے) کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ مجموعۂ مخاطبین میں سے اگر کسی نوع میں بھی اتیان رُسل متحقق ہوجائے جس کی غرض تمام مخاطبین کو بلاتخصیص فائدہ پہنچانا ہو تو مجموعہ کو خطاب کرنے میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی یہ کہے "اے عرب و عجم کے باشندو! اور پورب پچھم کے رہنے والو کیا تم ہی میں سے خدا نے محمد صلعم جیسے کامل انسان کو پیدا نہیں کیا" اس عبارت کا مطلب کسی کے نزدیک یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک محمد صلعم تو عرب میں پیدا کئے گئے اور دوسرے عجم میں ہونے چاہئیں، اسی طرح پورب کے علیحدہ اور پچھم کے علیحدہ محمدؐ ہوں، تب یہ عبارت صحیح ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس یہاں سمجھ لیجئے کہ یا معشر الجن والانس الم یأتکم رسل الخ کا مدلول صرف اس قدر ہے کہ جن و انس کے مجموعہ میں سے پیغمبر بھیجے گئے۔ باقی یہ تحقیق کہ ہر نوع میں سے الگ الگ آئے یا ہر ایک پیغمبر کل افراد جن و انس کی طرف مبعوث ہوا، یہ آیت اس کے بیان سے ساکت ہے۔ دوسری نصوص سے جمہور علماء نے یہی قرار دیا ہے کہ نہ ہر ایک پیغمبر کی بعثت عام ہے اور نہ کسی جن کو اللہ نے مستقل رسول بنا کر بھیجا۔ اکثر معاشی و معادی معاملات میں اُن کو حق تعالیٰ نے انسانوں کے تابع بنا کر رکھا ہے جیسا کہ سورۂ جن کی آیات اور نصوص حدیثیہ وغیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ کوئی ضابطہ نہیں کہ مخلوق کی ہر نوع کے لئے اُسی نوع کا کوئی شخص رسول ہوا کرے باقی انسانوں کی طرف فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے سے جو قرآن کے متعدد مواضع میں انکار کیا گیا ہے، اُس کا اصلی منشاء یہ ہے کہ عام انسان بہیئۃ الاصلیہ اُس کی رؤیت کا تحمل نہیں کرسکتے اور بے اندازہ خوف و ہیبت کی وجہ سے مستفید نہیں ہوسکتے اور بصورت انسان آئیں تو بے ضرورت التباس رہتا ہے۔ اسی پر قیاس کرلو کہ اگر قوم جن میں منصب نبوت کی اہلیت ہوتی تو وہ بھی انسانوں کے لئے مبعوث نہیں کئے جاسکتے تھے کیونکہ وہاں بھی یہ ہی اشکال تھا۔ ہاں رسُول انسی کا جن کی طرف مبعوث ہونا اس لیے مشکل نہیں کہ جنوں کے حق میں انسان کی رؤیت نہ تو ناقابل تحمل ہے اور نہ انسان کا صوری خوف و رُعب استفادہ سے مانع ہوسکتا ہے۔ اِدھر پیغمبر کو حق تعالیٰ وہ قوت قلبی عطا فرما دیتا ہے کہ اس پر جن جیسی ہیبتناک مخلوق کا کوئی رُعب نہیں پڑتا۔

ف۸ یعنی دنیا کی لذات و شہوات نے انہیں آخرت سے غافل بنا دیا کبھی خیال بھی آیا کہ اُس احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرہ ذرہ کا حساب لیگا۔ ف۹ اس سورت میں اوپر مذکور ہوا کہ اول کافر اپنے کفر کا انکار کرینگے۔ پھر حق تعالیٰ تدبیر سے اُن کو قائل کریگا۔

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ

بےخبر نہیں اُن کے کام سے ف۱ اور تیرا رب بے پرواہ ہے رحمت والا اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن

تو تم کو لے جاوے اور تمہارے پیچھے قائم کردے جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں

ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾

کی اولاد سے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنیوالی ہے، اور تم عاجز نہیں کرسکتے ف۲

قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ

تو کہہ دے اے لوگو تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب جان لوگے تم

مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾ وَ

کہ کس کو ملتا ہے عاقبت کا گھر بالیقین بھلا نہ ہوگا ظالموں کا ف۳ اور

جَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا

ٹھہراتے ہیں اللہ کا اُس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں

هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ

یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو حصہ اُن کے شریکوں کا ہے

فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ

وہ تو نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے اُن کے شریکوں کی طرف

سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٦﴾ وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ

کیا ہی بُرا انصاف کرتے ہیں ف۴ اور اسی طرح مزین کردیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں اُن کی

أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ

اولاد کے قتل کو اُن کے شریکوں نے تاکہ اُن کو ہلاک کریں اور رَلا ملا دیں اُن پر اُنکے دین کو ف۵

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوا

اور اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو چھوڑ دے وہ جانیں اور اُن کا جھوٹ ف۶ اور کہتے ہیں

ف۱ یعنی خدا کی یہ عادت نہیں کہ بدون آگاہ اور خبردار کئے کسی کو اُس کے ظلم و عصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کردے اسی لئے رسُول اور نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن و انس کو اُنکے بھلے بُرے اور آغاز و انجام سے خبردار کردیں۔ پھر جس درجہ کا کسی کا عمل ہوگا حق تعالیٰ اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریگا۔

ف۲ خدا نے رسول بھیجکر اپنی حجت تمام کردی۔ اب اگر تم نہ مانو اور سیدھے راستہ پر نہ چلو تو وہ غنی ہے اُسے تمہاری کچھ پرواہ نہیں۔ وہ چاہے تو تم کو ایک دم میں لے جائے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو تمہاری جگہ کھڑا کردے جو خدا کی مطیع و وفادار ہو اور تم کو لیجاکر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لئے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباء و اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو، آخر انکو اُٹھا کر تم کو دنیا میں اُسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہرحال خدا کا کام رُک نہیں سکتا۔ تم نہ کروگے دوسرے کھڑے کئے جائیں گے۔ ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے تم اگر سمجھو کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لیکر سزا سے بچ جاؤ گے تو یہ محض حماقت ہے۔ خدا کو ساری مخلوق مل کر بھی اُس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کرسکتی۔

ف۳ یعنی ہم سب نیک و بد اور نفع و ضرر سے آگاہ کر چکے۔ اس پر بھی اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرنیسے باز نہیں آتے تو تم جانو۔ تم اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ عنقریب کھل جائیگا کہ اس دنیا کا آخری انجام کس کے ہاتھ رہتا ہے بلاشبہ ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا۔ آگے اُن کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو اُن میں رائج تھے اور سب سے بڑا ظلم وہی ہے جسے فرمایا ان الشرك لظلم عظيم۔

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعضا جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا۔ مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے، اُن سے زیادہ ڈرتے"۔ اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصہ میں مل گیا تو پھر جُدا کر کے بتوں کی طرف لَوٹا دیتے اور اللہ نام کا بتوں کے حصہ میں جا پڑا تو اُسے نہ لَوٹاتے۔ بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اُس کا کم ہو جائے تو کیا پروا ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں تماشہ یہ ہے کہ یہ کہکر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں اُن کو معبود و مستعان ٹھیرانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ بہرحال ان آیات میں ساء ما یحکمون سے مشرکین کی اس تقسیم کا رَد کیا گیا ہے یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی وغیرہ میں سے اوّل تو اس کے مقابل غیر اللہ کا حصہ لگانا، پھر بُری اور ناقص چیز خدا کی طرف رکھنا کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے۔

ف۵ یہاں "شرکاء" کی تفسیر مجاہد نے "شیاطین" سے کی ہے۔ مشرکین کی انتہائی جہالت اور سنگدلی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ بعض اپنی بیٹیوں کو سُسر بننے کے خوف سے اور بعض اس اندیشہ پر کہ کہاں سے کھلائینگے حقیقی اولاد کو قتل کردیتے تھے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اگر اتنے بیٹے ہو جائینگے یا فلاں مراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بُت کے نام پر ذبح کرینگے۔ پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللہی کے جواب میں سُجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑی شد و مد سے رَد کیا بہرحال اس آیت میں قتل اولاد کی اُن تمام صورتوں کی شناعت بیان فرمائی ہے جو جاہلیت میں رائج تھیں یعنی شیاطین قتل اولاد کی تلقین و تزیین اس لئے کرتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو دُنیا و آخرت دونوں جگہ تباہ و برباد کر کے چھوڑیں اور اُنکے دین میں گڑبڑی ڈالدیں کہ جو کام ملت ابراہیمی و اسماعیلی کے بالکل مضاد و منافی ہے، اُسے ایک دینی کام اور قربت و عبادت باور کرائیں۔ والعیاذ باللہ کہاں سنت ابراہیمی اور کہاں یہ حماقت و جہالت؟

ف۶ اسی طرح کی آیت "ولو اننا" کے شروع میں گذر چکی۔ وہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے نیز اسی مضمون کی دوسری آیات کے تحت میں لکھا گیا۔ اُسے ملاحظہ کرلیا جائے۔

هٰذِهٖٓ اَنۡعَامٌ وَّحَرۡثٌ حِجۡرٌ ۖ لَّا يَطۡعَمُهَآ اِلَّا مَنۡ نَّشَآءُ بِزَعۡمِهِمۡ
کہ یہ مواشی اور کھیتی ممنوع ہے اُس کو کوئی نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں اُن کے خیال کے

وَاَنۡعَامٌ حُرِّمَتۡ ظُهُوۡرُهَا وَاَنۡعَامٌ لَّا يَذۡكُرُوۡنَ اسۡمَ اللّٰهِ
موافق اور بعضے مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت نام نہیں لیتے اللہ کا

عَلَيۡهَا افۡتِرَآءً عَلَيۡهِ ؕ سَيَجۡزِيۡهِمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوۡا
اللہ پر بہتان باندھ کر عنقریب وہ سزا دیگا ان کو اس جھوٹ کی ف١ اور کہتے ہیں

مَا فِىۡ بُطُوۡنِ هٰذِهِ الۡاَنۡعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوۡرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
جو بچہ ان مواشی کے پیٹ میں ہے اس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھاویں اور وہ حرام ہے ہماری

اَزۡوَاجِنَا ۚ وَاِنۡ يَّكُنۡ مَّيۡتَةً فَهُمۡ فِيۡهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجۡزِيۡهِمۡ
عورتوں پر اور جو بچہ مُردہ ہو تو اُس کے کھانے میں سب برابر ہیں وہ سزا دیگا اُن کو

وَصۡفَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ
ان تقریروں کی وہ حکمت والا جاننے والا ہے ف٢ بیشک خراب ہوئے جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو

سَفَهًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افۡتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ
نادانی سے بغیر سمجھے اور حرام ٹھہرا لیا اس رزق کو جو اللہ نے انکو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر

ع ١٦ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ ﴿١٤٠﴾ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ
بیشک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے سیدھی راہ پر ف٣ اور اسی نے پیدا کئے باغ

مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّالنَّخۡلَ وَالزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُكُلُهٗ
جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں، اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے ف٤ اور کھجور کے درخت اور کھیتی کہ مختلف ہیں اُن کے پھل

وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوۡا مِنۡ
اور پیدا کیا زیتون کو اور انار کو ایک دوسرے کے مشابہ اور جُدا جُدا بھی ف٥ کھاؤ اُن کے

ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَاٰتُوۡا حَقَّهٗ يَوۡمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ
پھل میں سے جس وقت پھل لاویں اور ادا کرو اُن کا حق جس دن اُن کو کاٹو اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو

ف١ مثلاً مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں یا صرف مہنت کھا سکیں جو بتخانوں کے مجاور تھے یہ قیود اپنے خیال میں بعض مواشی اور کھیتوں کے متعلق عائد کر رکھی تھیں جو بتوں کے نام پر وقف کئے جاتے تھے، اسی طرح بعض جانوروں کی پیٹھ پر سواری اور بار برداری کو حرام سمجھتے تھے بعض جانوروں کی نسبت یہ قرار دیا تھا کہ ذبح کرنے یا سواری لینے یا دُودھ نکالنے کے وقت اُن پر خدا کا نام نہ لیا جائے کہیں بتوں کی چیز میں خدا کی شرکت نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ تھا کہ ان خرافات اور جہالتوں کو خدا کی طرف نسبت کرتے تھے گویا اُس نے معاذ اللہ یہ احکام دیئے ہیں اور ان ہی طریقوں سے اس کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ایسی بدعنوانیوں کے ساتھ یہ افترا و بہتان عنقریب ان گستاخیوں کی سزا سے انکو دوچار ہونا پڑیگا۔

ف٢ ایک مسئلہ یہ بنا رکھا تھا کہ بحیرہ اور سائبہ کو اگر ذبح کیا اور اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلا تو اُسے مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور مُردہ نکلے تو سب کھا سکتے ہیں۔ اس طرح کے بے سند مسئلے گھڑنے والوں کے جرائم سے خدا بے خبر نہیں۔ ہاں وہ اپنی حکمت کے موافق مناسب وقت میں اُن کو مناسب سزا دیگا۔

ف٣ اس سے بڑی خرابی، گمراہی اور نقصان و خسران کیا ہوگا کہ بیٹھے بٹھائے بلاوجہ دنیا میں اپنی اولاد و اموال سے محروم اور سنگدلی بد اخلاقی و جہل میں مشہور ہوئے اور آخرت کا دردناک عذاب سر پر رکھا، نہ عقل سے کام لیا نہ شرع کو پہچانا، پھر سیدھی راہ پر آتے تو کیسے آتے۔

ف٤ جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً انگور وغیرہ اور جو ایسے نہیں مثلاً کھجور، آم وغیرہ تنہ دار درخت یا خربوزہ تربوز وغیرہ جن کی بیل بدون کسی سہارے کے زمین پر پھیلتی ہے۔

ف٥ یعنی صورت شکل میں ملتے جلتے، مزہ میں جُدا جُدا۔

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا
خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے ف۱ اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ اُٹھانیوالے اور زمین سے لگے ہوئے ف۲ کھاؤ
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے
مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ
صریح ف۳ پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو ف۴ اور بکری میں سے دو
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ
دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سند اگر تم سچے ہو ف۵ اور پیدا کئے اونٹ میں سے
اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
دو اور گائے میں سے دو پوچھ تو دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ
یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم حاضر تھے جس وقت
وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا
لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾
تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے بلا تحقیق بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو ف۶
قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ
تو کہہ دے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھاوے
اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ
مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا گوشت سور کا کہ وہ

ف۱ یعنی جو غلے اور پھل حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اُن کے کھانے سے بدون سند کے مت رکو ہاں دو باتوں کا خیال رکھو، ایک یہ کہ کاٹنے اور اُتارنے کے ساتھ ہی جو اللہ کا حق اُس میں ہے وہ ادا کردو۔ دوسرے فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ کے حق سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتداءً مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین و فقراء پر صرف کیا جائے۔ مدینہ طیبہ پہنچکر ۲ ہجری میں اُس کی مقدار وغیرہ کی تعیین و تفصیل کر دی گئی یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں بشرطیکہ خراجی نہ ہو دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

ف۲ بوجھ اٹھانیوالے جیسے اونٹ وغیرہ اور زمین سے لگے ہوئے چھوٹے قد و قامت کے جانور جیسے بھیڑ بکری۔

ف۳ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے منتفع ہونا چاہیے۔ شیطان کے قدموں پر چلنا یہ ہے کہ اُن کو خواہی نخواہی بدون حجت شرعی کے حرام کر لیا جائے یا شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنالیا جائے شیطان کی اس سے زیادہ کھلی ہوئی دشمنی کیا ہوگی کہ اُن نعمتوں سے تم کو دنیا میں محروم رکھا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔

ف۴ یعنی ایک نر ایک مادہ اس طرح ہر نوع میں دو دو زوج ہوئے اور مجموعہ آٹھ ہوگیا۔

ف۵ یعنی کسی چیز کو حلال و حرام کہنا صرف اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے پھر ان میں سے نر کو یا مادہ کو یا بچہ کو جو مادہ کے پیٹ میں ہے اگر تم سب آدمیوں کے یا بعض کے حق میں حرام کہتے ہو جیسا کہ پچھلی آیات میں گذرا، اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے۔ جب خدائی حکم ہونے کی کوئی سند نہیں رکھتے تو محض آراء و اہواء سے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام کہنا اس کا مرادف ہے کہ خدائی کا منصب معاذ اللہ تم اپنے لئے تجویز کرتے ہو یا خدا پر جان بوجھکر افتراء کر رہے ہو۔ دونوں صورتیں تباہ کن اور مہلک ہیں۔

ف۶ اشیاء کی تحلیل و تحریم محض خدا کے حکم سے ہو سکتی ہے، اور خدا کا حکم یا بواسطہ انبیاء پہنچیگا یا بلاواسطہ حق تعالیٰ کسی کو مخاطب فرمائے تو اُسے معلوم ہو۔ یہاں دونوں صورتیں منفی ہیں۔ پہلی شق کے انتفاء پر نبئونی بعلم میں اور دوسری کی نفی پر ام کنتم شھداء اذ وصکم اللہ میں متنبہ فرمایا ہے۔ پھر مشرکین کے دعاوی میں افتراء و اضلال کے سوا اور کیا چیز باقی رہ گئی۔ بلاشبہ اُس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر بہتان باندھے اور علم و تحقیق سے تہی دست ہونے کے باوجود لوگوں کو باطل اور غلط مسائل بیان کر کے گمراہ کرتا پھرے۔ جس شخص نے اس قدر ڈھٹائی اختیار کر لی اور ایسے ظلم عظیم پر کمر باندھ لی اُس کے ہدایت پانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "یعنی جن جانوروں کا کھانا دستور ہے اُن میں سے یہ ہی حرام ہیں"۔ اس آیت میں کفار کو یہ بتلانا ہے کہ جو چیزیں اوپر مذکور ہوئیں حلال تھیں جن کو تم نے حرام بنا لیا۔ اب وہ چیزیں بتلائی جاتی ہیں جو واقعی حرام ہیں اور تم اُن کو حلال سمجھتے ہو۔ باقی مضمون آیت کی تفسیر و توضیح "سورۂ مائدہ کے شروع میں حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الخ کے نیچے گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

ف۲ یعنی اصلی حُرمت تو ان چیزوں میں ہے جو اُوپر مذکور ہوئیں، البتہ وقتی مصلحت سے بعض چیزیں عارضی طور پر بعض اقوام پر پہلے حرام کی جا چکی ہیں مثلاً یہود پر انکی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن (کھر) والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو اُن پر حرام کر دی گئی تھی۔ جیسے گردہ کی چربی۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ غلط ہے کہ یہ چیزیں ابراہیم و نوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے مستمر طور پر حرام چلی آتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ انہیں سے کوئی چیز عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں۔ جو کوئی اسکے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے، جیسے پارہ "لن تنالوا" کے شروع میں قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین سے ان دعوی کرنیوالوں کو چیلنج دیا گیا ہے۔ **ف۳** یعنی رحمت کی سمائی سے تم اب تک بچے ہو۔ نہ جانو کہ عذاب ٹل گیا۔ کذا فی موضح القرآن۔

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے نہ نافرمانی کرے

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا

اور نہ زیادتی کرے تو تیرا رب بڑا معاف کرنیوالا ہے نہایت مہربان **ف۱** اور یہود پر

حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے حرام کیا تھا ہر ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری میں سے حرام کی تھی ان کی

شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ

چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا انتڑیوں پر یا جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ

یہ ہم نے اُن کو سزا دی تھی اُن کی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں **ف۲** پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں

فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں بڑی وسعت ہے اور نہیں ٹلے گا اُس کا عذاب گنہگار لوگوں

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا

سے **ف۳** اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ

اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم حرام کر لیتے کوئی چیز اسی طرح جھٹلایا کئے اُن

مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ

سے اگلے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب، تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ

فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

اُس کو ہمارے آگے ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی

تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

کرتے ہو تو کہہ دے بس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا **ف۴**

ف۴ گذشتہ رکوع میں مشرکین سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ جن حلال و طیب چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرا لیا ہے اور اس تحریم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو، اس کی سند اور دلیل لاؤ۔ یہاں اُن کی دلیل بیان کی گئی ہے جو وہ پیش کرنیوالے تھے یعنی اگر اللہ چاہتا تو اُس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے اسلاف کو اس تحریم سے بلکہ تمام مشرکانہ افعال و اقوال سے روک دیتا۔ جب نہ روکا اور یوں ہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہماری یہ کارروائیاں پسندیدہ ہیں ناپسند ہوتیں تو اُن کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ایک نیک نام اور مدبر گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دیدیتی۔ وہ اس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے، کبھی رویہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے، کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اُس کی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علیٰ رؤس الاشہاد ثابت کی جا سکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہو گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اول تو اس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔ دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائیگا اور باضابطہ اثبات و اظہار جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا، تب برأی العین مشاہدہ ہو جائیگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔ بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم و قدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے آفرینش سے آج تک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین و احکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کونسی ناپسند ہے۔ کبھی پے بہ پے اور کبھی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ان احکام و ہدایات کی یاددہانی بھی ہوتی رہی۔ اس دوران میں خلاف ورزی کرنے والوں سے مسامحت کی حد تک مسامحت کی گئی۔ معمولی تنبیہات کی ضرورت ہوئی تو وقتاً فوقتاً انہیں بھی کام میں لایا گیا۔ اور جن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہونے والا تھا انہیں ڈھیل دی گئی کہ وہ صاف اور علانیہ طور پر اپنے کو خدا کی انتہائی سزا کا مستحق ٹھہرا کر کیفر کردار کو پہنچیں۔ چنانچہ بہت سی قومیں اپنے جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزا چکھ چکی ہیں۔ پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چند روز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جرائم (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے انسان کی ساخت ہی ابتداء سے ایسی کیوں نہ بنا دی کہ وہ بُرائی کی طرف قطعاً نہ جا سکتا اور اس طرح فطرۃً اسے مجبور کر دیا جاتا کہ نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی چیز اختیار نہ کر سکے۔ اگر غور کیا جائے تو اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ایسا کیوں نہ پیدا کر دیا گیا کہ وہ انسان ہی نہ رہتا۔ یا تو اینٹ پتھر بن جاتا جو ادراک و شعور اور کسب و اختیار سے یکسر خالی ہو یا گدھے گھوڑے وغیرہ جانوروں کی طرح جزئی احساس و ارادہ رکھنے والا حیوان ہوتا جو ازل سے ابد تک اپنے مخصوص و متشابہ افعال و احوال کے محدود دائرہ میں چکر لگاتا رہے، اور یا بہت عزت دی جاتی تو فرشتوں کی صفوں میں بٹھلا دیا جاتا جو محض طاعت و عبادت کے اختیار کرنے پر مجبول و مفطور ہیں۔ الحاصل یہ کلی ادراکات اور عظیم الشان کسبی تصرفات رکھنے والی ترقی کن نوع ہی صفحۂ ہستی پر نہ لائی جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان اپنے شرف و کرامت کا بلند بانگ دعویٰ رکھتے ہوئے ایسی جرأت نہ کریگا کہ سرے سے اپنی نوع کے وجود ہی کا مخالف ہو جائے۔ پھر اگر نوع انسانی کا مع اس کی عقلی و عملی قوتوں اور کسب و اختیار کی موجودہ آزادی کے پیدا کرنا نظام عالم کی تکمیل کے لئے ضروری تھا تو اُس نظام تکوینی کے آثار و نتائج کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مادی اور معاشی زندگی کے شعبوں میں تو انسانوں کی عقلی و کسبی آزادی کی بدولت بیشمار انواع و اقسام کے مختلف مظاہر سامنے آئیں لیکن معادی و روحانی میدانوں میں وہ ہی دل و دماغ اور کسب و اختیار کی قوتیں رکھنے والے انسان سب کے سب ایک ہی پگڈنڈی پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائیں

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۶ - اور کوئی ایک قدم ادھر اُدھر ہٹانے کی قدرت نہ رکھے پس اگر نوع انسان کا بحقیقۃ الموجودہ مجموعۂ عالم میں پایا جانا ضروری ہے تو نیک و بد کا اختلاف بھی لابُدی ہوگا اور یہی اختلاف کا وجود بڑی دلیل اس کی ہے کہ ہر وہ فعل جو وقوع میں آئے ضروری نہیں کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو ورنہ مختلف و متضاد افعال کی موجودگی میں ماننا پڑیگا کہ مثلاً خوش اخلاقی بھی خدا کو پسند ہو اور بداخلاقی بھی، ایمان لانا بھی پسند ہو اور نہ لانا بھی، جو صریحاً باطل ہے۔ بیشک خدا اگر چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کے لئے مجبور ہو جاتے، لیکن جب ایسا واقع نہیں ہوا تو یہی حجۃ بالغہ اور پورا الزام ان لوگوں پر ہے جو لوشاء اللہ ما اشرکنا کہہ کر مشیت و رضائے الٰہی میں تلازم ثابت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس قدر شدید اختلافات کی موجودگی میں اُن کے اُصول کے موافق کہنا پڑیگا کہ مثلاً توحید خالص بھی اللہ کے نزدیک صحیح اور مرضی ہو اور اس کی نقیض شرک جلی بھی، وقس علی ہذا۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ استدلال لوشاء اللہ ما اشرکنا الخ محض لغو اور بادر ہوا ہے، کوئی علمی اصول ان کے پاس نہیں جسے عقلمندوں کے سامنے پیش کر سکیں محض اٹکل کے تیر اور تخمینی باتیں ہیں جنکو خدا کی حجۃ بالغہ بکلّی رد کرتی ہے۔

حس کی طرف فلوشاء لھدٰکم اجمعین میں اشارہ فرمایا ہے یعنی انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی گئی کہ سب کے سب راہِ ہدایت پر چل پڑیں - اس کو کسب و اختیار کی وہ آزادی حق جل وعلا نے عطا فرمائی ہے جس کا عطا کیا جانا کسی مخلوق کے لئے ممکن تھا۔ اس لئے لازم ہے کہ اس آزادی کے استعمال کے وقت راہیں مختلف ہو جائیں کوئی نیکی کو اختیار کرلے کوئی بدی کو، کوئی حق تعالیٰ کی رضاء و رحمت کا مظہر بن جائے کوئی غضب کا۔ اس طرح وہ آخری مقصد جو خالقِ کائنات نے آفرینش عالم سے ارادہ کیا ہے یعنی اپنی صفات جمال و جلال کا اظہار علی الوجہ الاتم پورا ہو۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا ورنہ اگر تمام عالم ایک ہی حال پر فرض کرلیا جائے تو بعض صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ممکن ہوگا، اور دوسری بعض کے ظہور کے لئے کوئی محل نہ ملے گا۔

یہاں تک جو کچھ ہمنے کہا وہ اس تقدیر پر تھا کہ مشرکین کے قول لوشاء اللہ ما اشرکنا سے یہ غرض ہو کہ وہ اپنے خرافات و کفریات کا استحسان ثابت کرنا چاہتے تھے جیسا کہ اُن کے احوال سے ظاہر ہے اور اگر کلام مذکور سے اُن کی غرض صرف معذرت ہو کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہم سے کراتا ہے، اچھا ہو یا بُرا، بہرحال اس کی مشیت سے ہے۔ پھر مشیتِ الٰہی کے مقابلہ میں انبیاء و رسل ہم سے کیوں مزاحمت کرتے ہیں اور عذابِ الٰہی کا ڈراوا کیوں سُناتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا کی مشیت سے تم ان افعال شنیعہ کا کسب کرتے ہو، اُسی کی مشیت سے انبیاء و رسل تمہاری مزاحمت کرتے ہیں اور وہ ہی مشیت تمہارے کسب پر مناسب عذاب بھیجتی ہے۔ جس طرح قدرت نے سانپ کو پیدا کیا اور وہ ہی مارگزیدہ کے حق میں ہلاکت کا اثر مرتب کرتی ہے خواہ سانپ کے کاٹنے میں مارگزیدہ کے فعل و اختیار کو کچھ دخل ہو یا نہ ہو اسی طرح تمہارے شرک و کفر میں ہلاکت دائمی کی، اور ایمان و عمل صالح میں نجات ابدی کی تاثیرات رکھ دینا بھی اسی قدرت و مشیت ایزدی کا کام ہے جس سے تمام سلسلۂ اسباب و مسببات کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس اگر تم اپنے مشرکانہ اطوار سے باز نہ آنے میں مشیت کے عموم سے احتجاج کر سکتے ہو تو ارسال رُسل اور انزال عذاب وغیرہ اُمور کو بھی اُسی مشیت کی کارفرمائی کا نتیجہ سمجھ کر خدا کی حجۃ بالغہ کو تمام سمجھو۔ بیشک خدا چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا لیکن اُس نے تمہاری سوء استعداد کی وجہ سے ایسا نہیں چاہا۔ آخر تمہارے سوء اختیار سے جو افعال صادر ہوئے اُن کا طبعی اثر عذاب کی صورت میں مرتب ہو کر رہا۔ والعیاذ باللہ۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف ۱ یعنی دلیل عقلی کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا۔ اب اگر اس من گھڑت تحریم پر کوئی نقلی دلیل رکھتے ہو تو وہ لاؤ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں اُن کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر دو چار گستاخ جھوٹے بے حیا یہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو ایسوں کی بات پر تم کان نہ دھرو اور نہ اُن کی خواہشات کی پروا کرو۔ یہاں تک اُن چیزوں کا بیان تھا جنہیں مشرکین نے محض اپنی رائے و ہوا سے حرام ٹھہرا رکھا تھا، پھر اُس تحریم کے لئے حیلے اور باطل عذر پیش کرتے تھے۔ آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنہیں خدا نے حرام کیا اور ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین اُن میں مبتلا ہیں۔

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ
تم سب کو　توکہہ کہ لاؤ　اپنے گواہ　جو گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ نے
حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ
حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں بھی تو تو نہ اعتبار کر ان کا　اور نہ چل اُن کی خوشی پر
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ
جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو　اور جو　یقین نہیں کرتے　آخرت کا　اور وہ
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا
ع ۱۸/۵
اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ف ۱　تو کہہ تم آؤ میں سُنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے　کہ
تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو　اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو　اور مار نہ ڈالو　اپنی اولاد کو
مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مفلسی سے　ہم رزق دیتے ہیں تم کو　اور اُن کو ف ۲　اور پاس نہ جاؤ بےحیائی کے کام کے
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ
جو ظاہر ہو اس میں سے　اور جو پوشیدہ ہو ف ۳　اور مار نہ ڈالو　اس جان کو　جس کو حرام کیا ہے اللہ نے
اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا
مگر حق پر ف ۴　تم کو یہ حکم کیا ہے　تاکہ تم　سمجھو ف ۵　اور پاس نہ جاؤ
مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا
یتیم کے مال کے　مگر اُس طرح سے کہ بہتر ہو　یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو ف ۶　اور
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ
پورا کرو ناپ اور تول کو　انصاف سے　ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے　جسکی اسکو طاقت ہو ف ۷
اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ
اور جب بات کہو تو حق کی کہو　اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو ف ۸　اور اللہ کا عہد پورا کرو　ف ۹

ف ۲ عرب مفلسی کی وجہ سے بعض اوقات اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود ہی کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق دینے والا تو خدا ہے تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔ دوسری جگہ بجائے "من املاق" "خشیۃ املاق" فرمایا ہے یعنی مفلسی کے ڈر سے قتل کر ڈالتے تھے۔ یہ اُن کا ذکر ہوگا جو فی الحال مفلس نہیں مگر ڈرتے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہونگے تو کہاں سے کھلائیں گے چونکہ پہلے طبقہ کو عیال سے پہلے اپنی روٹی کی فکر ستا رہی تھی اور دوسرے کو زیادہ عیال کی فکر نے پریشان کر رکھا تھا، شاید اسی لئے یہاں مِن املاق کے ساتھ نرزقکم و ایاھم اور اُس آیت میں خشیۃ املاق کے ساتھ نرزقھم و ایاکم ارشاد فرمایا۔ واللہ اعلم۔ **ف ۳** "پاس نہ جاؤ" سے شاید یہ مراد ہو کہ ایسے کاموں کے مبادی و وسائل سے بھی بچنا چاہیے، مثلاً زنا کی طرح نظر بد سے بھی اجتناب لازم ہے۔ **ف ۴** الا بالحق کا استثناء ضروری تھا جس میں قاتل عمد، زانی محصن اور مرتد عن الاسلام کا قتل داخل ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہو چکی اور ائمہ مجتہدین اُس پر اجماع کر چکے ہیں۔ **ف ۵** اس آیت سے ان چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا ۱ شرک باللہ ۲ والدین کیساتھ بدسلوکی ۳ قتل اولاد ۴ سب بےحیائی کے کام مثلاً زنا وغیرہ ۵ کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔ **ف ۶** یتیم کے مال میں بیجا تصرف کرنا حرام ہے۔ ہاں بہتر و مشروع طریقہ سے احتیاط کے ساتھ اُس میں ولی یتیم تصرف کر سکتا ہے۔ جب یتیم جوان ہو جائے اور اپنے فرائض کو سنبھال سکے تو

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ

تم کو یہ حکم کردیا ہے — تاکہ تم نصیحت پکڑو — اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے — میری

مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

سیدھی — سو اس پر چلو — اور مت چلو اور رستوں پر — کہ وہ تم کو جُدا کر دیں گے اللہ کے

سَبِيْلِهٖ ۗ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى

راستہ سے ف۱ — یہ حکم کردیا ہے تم کو — تاکہ تم بچتے رہو — پھر دی ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى

کتاب واسطے پورا کرنے نعمت کے نیک کام والوں پر — اور واسطے تفصیل ہر شے کے — اور ہدایت

وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ

اور رحمت کے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا — یقین کریں ف۲ — اور ایک یہ کتاب ہے کہ

اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَنْ

ہم نے اتاری برکت والی — سو اس پر چلو — اور ڈرتے رہو — تاکہ تم پر رحمت ہو ف۳ — اس واسطے

تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَ

کہ کبھی تم کہنے لگو — کہ کتاب جو اتری تھی — سو اُن ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے — اور

اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ

ہم کو تو اُن کے پڑھنے پڑھانے کی — خبر ہی نہ تھی ف۴ — یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر — اُترتی

عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ

کتاب — تو ہم توراہ پر چلتے اُن سے بہتر — سو آچکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کی طرف سے — اور ہدایت اور رحمت ف۵ — اب اس سے زیادہ ظالم کون جو جھٹلاوے — اللہ کی آیتوں کو

وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ

اور اُن سے کتراوے — ہم سزا دینگے اُن کو جو — ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں — بُرا

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۷ - اس کے حوالہ کر دیا جائے۔ ف۷ یعنی اپنی طاقت کے موافق ان احکام کی بجاآوری میں کوشش کرو اسی کے تم مکلّف ہو۔ خدا کسی کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ف۸ یعنی حق و انصاف کی بات کہنے میں کسی کی قرابت و محبّت مانع نہ ہونی چاہیئے۔ ف۹ اس کے اوامر و نواہی پر پابندی سے عمل کرو خدا کے لئے جو نذر مانو یا قسم کھاؤ بشرطیکہ غیر مشروع بات کی نہ ہو اسے پورا کرنا چاہیئے۔ **فوائد صفحہ ہذا** - ف۱ یعنی احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور خدا کے عہد کو اعتقاداً و عملاً پورا کرنا یہی صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے جس کی طلب سورۂ فاتحہ میں تلقین کی گئی تھی۔ یہ راہ تمکو دکھلا دی گئی اب چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا دوسرے راستہ پر چلا وہ خدا کے راستے سے بھٹکا۔

ف۲ معلوم ہوتا ہے کہ جو احکام اوپر قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم سے پڑھ کر سنائے گئے، یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا کیا۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ اتاری جس میں احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی۔ توراۃ عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری چیز کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور ہدایت و رحمت کے ابواب مفتوح کر دیئے تاکہ اسے سمجھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کریں۔

ف۳ یعنی تورات تو تھی ہی جیسی کچھ تھی، لیکن ایک یہ کتاب ہے (قرآن کریم) جو اپنے درخشاں اور ظاہر و باہر حُسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے اس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

بہارِ عالم حُسنش دل و جاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

اب دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس آخری اور مکمل کتاب پر چل پڑو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصّہ کی خلاف ورزی ہونے نہ پائے۔

ف۴ یعنی اس مبارک کتاب (قرآن کریم) کے نزول کے بعد عرب کے اُمیین کے لئے یہ کہنے کا بھی موقع نہیں چھوڑا گیا کہ پیشتر جو آسمانی کتابیں شرائع الٰہیہ کو لے کر اتریں وہ تو ہمارے علم کے موافق انہی دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر اتریں بیشک وہ لوگ آپس میں اُسے پڑھتے پڑھاتے تھے اور بعضے اس کا ترجمہ بھی عربی میں کرتے تھے مثلاً ورقہ بن نوفل وغیرہ اور بہت سے مدّت تک اس دُھن میں لگے رہے کہ عرب کو یہودی یا نصرانی بنالیں لیکن ہمیں ان کی تعلیم و تدریس سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اس سے بحث نہیں کہ یہود و نصاریٰ جو کچھ پڑھتے پڑھاتے تھے، وہ چیز کہاں تک اپنی اصلی سماوی صورت میں محفوظ تھی مطلب صرف اس قدر ہے کہ اُن شرائع و کتب کی اصلی مخاطب فقط قوم بنی اسرائیل تھی۔ خواہ اس تعلیم کے بعض اجزاء مثلاً توحید اور اصول دینیہ کی دعوت کو وسعت دے کر بنی اسرائیل کے سوا دوسری اقوام کے حق میں بھی عام کر دیا گیا ہو تاہم جو شریعت اور کتاب سماوی بحیثیت مجموعی کسی خاص قوم پر اسی کے مخصوص فائدہ کے لئے اُتری ہو اُس کے درس و تدریس سے اگر دوسری اقوام خصوصاً عرب جیسی غیور و خود دار قوم کو دلچسپی اور لگاؤ نہ ہو تو کچھ مستبعد نہیں، بنابریں وہ کہہ سکتے تھے کہ کوئی آسمانی کتاب و شریعت ہماری طرف نہیں آئی اور جو کسی مخصوص قوم کے لئے آئی اس سے ہم نے چنداں واسطہ نہیں رکھا پھر ہم ترک شرائع پر کیوں ماخوذ ہونگے۔ مگر آج انکے لئے اس طرح کے حیلے حوالوں کا موقع نہیں رہا۔ خدا کی حجت اُس کی روشن کتاب اور ہدایت و رحمت عامّہ کی بارش خاص ان کے گھر میں اتاری گئی۔ تاکہ وہ اولاً اس سے مستفید ہوں، پھر اس امانت الٰہیہ کو تمام احمر و اسود اور مشرق و مغرب کے باشندوں تک حفاظت و احتیاط کے ساتھ پہنچا دیں کیونکہ یہ کتاب کسی خاص قوم و ملک کے لئے نہیں اتاری گئی۔ اس کا مخاطب تو سارا جہان ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل و توفیق سے عرب کے ذریعہ سے خدا کا یہ عام اور آخری پیغام آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ ف۵ یعنی پہلی اُمتوں کا حال سُن کر شاید تم کو ہوس ہوتی اور دل میں ولولہ اٹھتا کہ ہمارے پاس خدا کی کتاب آتی تو ہم دوسروں سے بڑھ کر عمل کر کے دکھلاتے۔ سو تم کو اُن سے بہتر کتاب دیدی گئی۔ اب دیکھیں کون کیا کام کر کے دکھلاتا ہے۔

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ

عذاب بدلے ہیں اس کترانے کے ف۱ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ مگر یہی کہ اُن پر آئیں

الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ

فرشتے یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی جس دن

يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی کام نہ آئیگا کسی کے اُس کا ایمان لانا جو کہ

آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انتَظِرُوا

پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ دے تم راہ دیکھو

إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿۱۵۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا

ہم بھی راہ دیکھتے ہیں ف۲ جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہو گئے بہت سے فرقے

لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا

تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں اُن کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی جتلائیگا اُن کو جو کچھ وہ

يَفْعَلُونَ ﴿۱۵۹﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ

کرتے تھے ف۳ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لئے اُس کا دس گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ

ایک بُرائی سو سزا پائیگا اسی کے برابر اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۴ تو کہدے

إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ

مجھ کو سجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت

إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ إِنَّ

ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا ف۵ اور نہ تھا شرک والوں میں ف۶ تو کہہ کہ

صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۲﴾

میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے

ف۱ اب ایسی بے مثال روشن کتاب آنے کے بعد اگر اُسکی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور اُس کے احکام قبول کرنے سے کترائے یا دوسروں کو روکے، اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا (تنبیہ) صدف عنہا کے دونوں معنی سلف سے منقول ہیں "روکنا" اور "اعراض کرنا" مترجم علام نے دوسرے معنی لیکر "کترائے" ترجمہ کیا ہے۔ ف۲ یعنی اللہ کی طرف سے ہدایت کی جو حد تھی وہ پوری ہو چکی، انبیا تشریف لائے، شریعتیں اُتریں کتابیں آئیں حتیٰ کہ اللہ کی آخری کتاب بھی آچکی، تب بھی نہیں مانتے تو شاید اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ آپ آئے یا فرشتے آئیں یا قدرت کا کوئی بڑا نشان (مثلاً قیامت کی کوئی بڑی علامت) ظاہر ہو، تو یاد رہے کہ قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان وہ بھی ہے جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی کی توبہ۔ صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ یہ نشان آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا ہے یعنی جب خدا کا ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئینگے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالباً اس حرکت مقلوبی اور رجعت قہقری سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جو قوانین قدرت اور نوامیس طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم ونسق میں کارفرما تھے، اُنکی میعاد ختم ہونے اور نظام شمسی کے اُلٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آپہنچا ہے۔ گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا، اسی طرح طلوع الشمس من المغرب کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان و توبہ معتبر نہ ہو۔ بعض روایات میں طلوع الشمس من مغربہا کے ساتھ چند دوسرے نشانات بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً خروج دجال، خروج دابہ وغیرہ اُن روایات کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ان سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہوگا اور وہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب بھی متحقق ہو تو دروازۂ توبہ کا بند کر دیا جائیگا الگ الگ ہر نشان پر یہ حکم متفرع نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بعض ملحدین جو ہر غیر معمولی واقعہ کو استعارہ کا رنگ دینے کے خوگر ہیں وہ طلوع الشمس من المغرب کو بھی استعارہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ غالباً اُن کے نزدیک قیامت کا آنا بھی ایک طرح کا استعارہ ہی ہوگا۔ (تنبیہ) یہ جو کہا کہ "آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب" اس کی تفسیر "سیقول" کے نصف پر آیت هل ينظرون الا ان ياتيهم الله في ظلل من الغمام کے تحت میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے اور جملہ او كسبت في ايمانها خيرا کا عطف امنت من قبل پر ہے۔ اور تقدیر عبارت کی ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے۔ لا ينفع نفسا ايمانها او كسبها خيرا لم تكن امنت من قبل او لم تكن كسبت في ايمانها خيرا یعنی جو پہلے سے ایمان نہیں لایا اس وقت اس کا ایمان نافع نہ ہوگا اور جس نے پہلے سے کسب خیر نہ کیا اُس کا کسب خیر نافع نہ ہوگا۔ (یعنی توبہ قبول نہ ہوگی)

ف۳ پچھلے رکوع میں قل تعالوا اتل ما حرم ربكم عليكم الخ سے بہت سے احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله۔ یعنی صراط مستقیم (دین کی سیدھی راہ) ہمیشہ سے ایک رہی ہے۔ اس سے ہٹ کر گمراہی کے راستے بہت ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین اصولی حیثیت سے اُسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلاتے رہے۔ شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذي اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى وعيسى ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه (شوریٰ۔ رکوع ۲) اصول دین میں اُن کے باہم کوئی تفریق نہیں۔ زمان و مکان اور خارجی احوال کے اختلاف سے فروع شرعیہ میں جو تفاوت ہوا، وہ تفرق نہیں۔ بلکہ ہر وقت کے مناسب رنگ میں ایک ہی مشترک مقصد کے ذرائع حصول کا تنوع ہے جو دین انبیائے سابقین لے کر آئے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی اُس کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ اُس کی تکمیل و تفصیل کی غرض سے اتاری گئی۔ سب کے آخر میں قرآن آیا جو تمام کتب سابقہ کی تتمیم و تصدیق اور اُن کے علوم و معارف کی حفاظت کرنیوالا ہے۔ درمیان میں ان کتب و شرائع سے اعراض کرنیوالوں کا حال بیان کر کے ان الذين فرقوا دينهم سے پھر اصل مطلب کی طرف عود کیا گیا یعنی دین الٰہی کا راستہ (صراط مستقیم) ایک ہے۔ جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جُدا جُدا راہیں نکالتے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا وہ مدعیان اسلام جو مستقبل میں عقائد دینیہ کی چادر کو پھاڑ کر پارہ پارہ کرنے والے تھے، ان لوگوں سے آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔ یہ سب فتفرق بكم عن سبيله میں داخل ہیں۔ آپ ان سے بیزاری اور براءت کا اظہار کر کے خدا کے اُسی ایک راستہ (صراط مستقیم) پر جمے رہئے اور اُن کا انجام اللہ کے حوالہ کیجئے۔ وہ ان کو دنیا یا آخرت میں جتلا دیگا جو کچھ دین میں گڑبڑی کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرقوا دينهم کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جو باتیں یقین لانے کی ہیں (اصول دین) ان میں فرق نہ چاہئے اور جو کرنے کی ہیں (فروع دین) اُن کے طریقے کئی ہوں تو بُرا نہیں۔"

ف۴ ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون میں اُن کے افعال شنیعہ کی مجازات پر متنبہ کیا گیا تھا، ساتھ ہی ہر نیک و بد کی مجازات کا عام قانون بتلا دیا کہ بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور بُرائی کا زائد از زائد اُس کی برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملیگا زائد کی حد نہیں والله يضاعف لمن يشاء اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے تخفیف کر دیں یا بالکل معاف فرما دیں، یہ اختیار ہے۔ پھر جہاں وفور رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔ ف۵ یعنی ایک خدا ہی کا ہو رہا تھا۔ ف۶ یعنی تم دین میں جتنی چاہو راہیں نکالو اور جس قدر معبود چاہو ٹھہرالو۔ مجھ کو تو میرا پروردگار صراط مستقیم بتلا چکا اور وہ ہی خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے، جس پر موحد اعظم ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ بڑے زور شور سے چلے جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان سماویہ غایت عظمت و احترام سے لیتے ہیں۔

ف۱ اس آیت میں توحید وتفویض کے سب سے اُونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے جس پر ہمارے سیّد و آقا محمد رسول اللہ صلعم فائز ہوئے۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر کرنے میں مشرکین پر جو بدنی عبادت اور قربانی غیر اللہ کے لئے کرتے تھے، تعریضاً رد ہو گیا۔ ف۲ عموماً مفسرین "وانا اول المسلمین" کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس اُمّت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اوّل المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اوّل المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ تقدم رُتبی مراد ہو یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں نمبر اول اور سب سے آگے ہوں۔ شاید مترجم محقق قدس سرہٗ نے ترجمہ میں "سب سے پہلا فرمانبردار ہوں" کی جگہ "سب سے پہلے فرمانبردار ہوں" کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ محاورات کے اعتبار سے یہ تعبیر اولیت رتبی کے ادا کرنے میں زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ قُلْ

کوئی نہیں اس کا شریک ف۱ اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ف۲ تو کہہ

أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

کیا اب میں اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی رب اور وہی ہے رب ہر چیز کا ف۳ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس کے

إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

ذمہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائیگا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ

سو وہ جتلائیگا جس بات میں تم جھگڑتے تھے ف۴ اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے

الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا

زمین میں ف۵ اور بلند کر دیئے تم میں درجے ایک کے ایک پر ف۶ تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے

آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦٥﴾

حکموں میں تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ف۷

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتُّ آيَاتٍ وَأَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

سورہ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓصٓ ﴿١﴾ كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ

یہ کتاب اُتری ہے تجھ پر سو چاہیئے کہ تیرا جی تنگ نہ ہو اس کے پہنچانے سے ف۸

لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ

تاکہ تو ڈرائے اس سے اور نصیحت ہو ایمان والوں کو ف۹ چلو اسی پر جو اترا تم پر تمہارے

رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾

رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے تم بہت کم دھیان کرتے ہو ف۱۰

ف۳ پہلے توحید فی الالوہیۃ کا ذکر تھا اب توحید فی الربوبیت کی تصریح فرمائی یعنی جس طرح معبود اس کے سوا کوئی نہیں، مستعان بھی کوئی نہیں ہو سکتا، کیونکہ استعانت ربوبیت عامہ پر متفرع ہے۔ ایاك نعبد وایاك نستعین۔

ف۴ کفار مسلمانوں سے توحید وغیرہ میں جھگڑتے اور کہتے تھے کہ تم توحید کی راہ چھوڑ کر ہمارے راستہ پر آجاؤ۔ اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہمارے سر۔ وقال الذین کفروا للذین آمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم (العنکبوت رکوع ۱) یہاں اس کا جواب دے دیا کہ ہر ایک کا گناہ اسی کے سر ہے، کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ باقی تمہارے جھگڑے اور اختلافات خدا کے یہاں جا کر سب طے ہو جائینگے۔ یہ دنیا فیصلہ کی جگہ نہیں، امتحان وآزمائش کا گھر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آگاہ فرمایا۔

ف۵ یعنی خدا نے زمین میں تمکو اپنا نائب بنایا کہ تم اس کے دیئے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کیسے کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو، یا تم کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا کہ ایک قوم جاتی ہے، تو دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے۔

ف۶ یعنی تمہارے آپس میں بیحد فرق مدارج رکھا۔ چنانچہ شکل وصورت رنگت، لہجہ، اخلاق وملکات، محاسن ومساوی، رزق، دولت، عزت وجاہ وغیرہ میں افراد انسانی کے بیشمار درجات ہیں۔

ف۷ یعنی ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔ ابن کثیر نے فیما آتاکم سے وہ مختلف احوال ودرجات مراد لئے ہیں جن میں حسب استعداد ولیاقت ان کو رکھا گیا ہے۔ اس تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا کہ مثلاً غنی حالت غنا میں رہ کر کہاں تک شکر کرتا ہے، اور فقیر حالتِ فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے وقس علی ہذا۔ بہر حال اس آزمائش میں جو بالکل نالائق ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ اس کے حق میں سریع العقاب اور جس سے قدرے کوتاہی رہ گئی اس کے حق میں غفور اور جو پورا اترا اس کے لئے رحیم ہے۔
(تمت سورۃ الانعام بعون اللہ الملک العلام)

ف۸ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "حرج" کی تفسیر شک سے کی ہے گویا فلا یکن فی صدرك حرج۔ فلا تکونن من الممترین کے ہم معنی ہوگا۔ یعنی پیغمبر جس پر خدا نے اپنی کتاب نازل فرمائی اس کی شان یہ نہیں کہ ذرا سا بھی کھٹکا یا شک وشبہ کتاب کے احکام واخبار کے متعلق اس کے دل میں راہ پائے۔ دوسرے مفسرین نے الفاظ کو اُن کے ظاہر پر رکھا۔ جیسا کہ مترجم محقق نے اختیار فرمایا ہے یعنی تمام خلائق میں سے چُن کر جس پر خدا نے اپنی کتاب اتاری اُسے لائق نہیں کہ احمقوں اور معاندین کے طعن وتشنیع یا بیہودہ سوالات سے متاثر ہو کر اُس کتاب کے کسی حصہ کی تبلیغ سے منقبض اور تنگ دل ہو فلعلك تارك بعض ما یوحیٰ الیك وضائق به صدرك ان یقولوا لولا انزل علیه کنز او جاء معه ملك (ہود۔ رکوع ۲) اگر بفرض محال خود پیغمبر کے دل میں کتاب اور اس کے مستقبل کی طرف سے نہایت کامل وثوق وانشراح حاصل نہ ہو، تو وہ اپنے فرض انذار وتذکیر کو کس طرح قوت وجرأت کے ساتھ ادا کر سکیگا۔ ف۹ یعنی کتاب کے اُتارنے سے غرض یہ ہے کہ تم ساری دنیا کو اس کے مستقبل سے آگاہ کر دو اور بدی کے انجام سے ڈراؤ اور ایمان لانیوالوں کے حق میں خاص طور پر یہ ایک مؤثر پیغام نصیحت ثابت ہو۔

ف۱۰ آدمی اگر حق تعالیٰ کی تربیت عظیم، اپنے آغاز وانجام اور طاعت ومعصیت کے نتائج پر پوری طرح دھیان کرے تو اُس کو کبھی جرأت نہ ہو کہ اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایات کو چھوڑ کر شیاطین الانس والجن کی رفاقت میں انہی کے پیچھے چلنا شروع کر دے۔ گذشتہ اقوام میں سے جنہوں نے خدا کی کتابوں اور پیغمبروں کے مقابلہ پر ایسا رویہ اختیار کیا، اُن کو جو دنیوی سزا ملی، وہ آگے مذکور ہے۔

ف یعنی جب اُن کے ظلم و عدوان اور کفر و عصیان کی حد ہو چکی، تو دنیا کی لذات و شہوات میں منہمک اور عذاب الٰہی سے بالکل بے فکر ہو کر خواب استراحت کے مزے لینے لگے کہ یکایک ہمارے عذاب نے آدبوچا پھر ہلاکت آفرینیوں کے اس دہشتناک منظر اور ہنگامۂ دارو گیر میں ساری طمطراق بھول گئے چاروں طرف سے اناکنا ظالمین کی چیخ پکار کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ گویا اُس وقت انہیں واضح ہوا اور اقرار کرنا پڑا کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (تنبیہ) فجآءَھا بأسنا کی "فا" میں مفسرین کے کئی قول ہیں، غالباً مترجم محقق قدس سرہٗ نے اس کو اَھلکنٰھا کی تفسیر و تفصیل قرار دیا ہے جیسے کہا جائے "توضأ فغسل وَجْهَهٗ وذراعیه" (فلاں شخص نے وضو کیا تو دھویا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ) اس مثال میں منہ ہاتھ دھونا وضو کرنے ہی کی تفصیل و تفسیر ہے۔ اسی طرح یہاں ہلاک کرنے کی تفسیر و تفصیل کیفیت عذاب کے بیان سے ہو گئی۔ واللہ اعلم۔ ف۲ جن اُمتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے، اُن سے سوال ہو گا مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (تم نے ہمارے پیغمبروں کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا؟) اور خود پیغمبروں سے پوچھیں گے مَاذَآ اُجِبْتُمْ (تم کو اُمت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟) ف۳ یعنی تمہارا کوئی جلیل و حقیر اور قلیل و کثیر عمل یا ظاہری و باطنی حال ہمارے علم سے

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا اُن پر ہمارا عذاب راتوں رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

پھر یہی تھی اُن کی پکار جس وقت کہ پہنچا اُن پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے بیشک ہم ہیں تھے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾

گنہگار ف۱ سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے ف۲

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ

پھر ہم اُن کو احوال سنائیں گے اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے ف۳ اور تول اُس دن ٹھیک

الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ

ہو گی پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں سو وہی ہیں نجات پانے والے اور

مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

جس کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا ف۴

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَ

اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ف۵ اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور

جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ

مقرر کر دیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو ف۶ اور ہم نے تم کو

ع ۱

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ

پیدا کیا پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ

پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا سجدہ والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا

اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ

کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے حکم دیا بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور

غائب نہیں۔ ہم بلا توسط غیرے ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں۔ اپنے اس علم ازلی محیط کے موافق سب اگلے پچھلے احوال تمہارے سامنے کھول کر رکھ دینگے۔ ملائکۃ اللہ کے لکھے ہوئے اعمالنامے بھی علم الٰہی کے سر مو خلاف نہیں ہو سکتے اُن کے ذریعہ سے اطلاع دینا محض ضابطہ کی مراعات اور نظام حکومت کا مظاہرہ ہے، ورنہ خدا اپنے علم میں ان ذرائع کا (معاذ اللہ) محتاج نہیں ہو سکتا۔

ف۴ قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائیگا۔ جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہونگے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص و محبت سے حکم شرعی کے موافق کیا۔ اور برمحل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا رِیس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگذر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا" بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسّد کر دیئے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائیگا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قار الذات اعراض ہیں جن کا ہر جزء وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے۔ پھر ان کا جمع ہونا اور تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں، کیا وہ تقریریں اعراض ہیں یا نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اُس وقت ادا ہو سکتا ہے جب اُس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے۔ پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اُس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔ رہا اُن کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہو گا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اُس کے دونوں پلے کس نوعیت و کیفیت کے ہونگے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہو گا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول و افہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لئے اُن کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اُس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ اُن کے نام ہم سُن لیں اور اُن کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن و سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حدِ پرواز سے خارج ہے۔ کیونکہ جن نوامیس و قوانین کے ماتحت اُس عالم کا وجود اور نظم و نسق ہو گا، اُن پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔ اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تُلتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ ان کے سوا "مقیاس الھوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔ جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان و اعراض کے اوزان و درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورۃً و حسًّا ظاہر ہوتا ہو۔ ف۵ اور آیات کا انکار کرنا ہی اُن کی حق تلفی ہے جسے یظلمون سے ادا فرمایا ہے۔ ف۶ یہاں سے بعض آیات آفاقیہ و انفسیہ کا بیان شروع کیا ہے جس سے ایک طرف حق تعالیٰ کے وجود پر کارخانۂ عالم کے حکیمانہ نظم و نسق سے استدلال اور احسانات و انعامات الٰہیہ کا تذکرہ فرما کر اُسکی شکر گذاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسری طرف نبوت کی ضرورت انبیاء علیہم السلام کی آمد، اُن کی سیرت، اُنکے متبعین و مخالفین کا انجام جو اس سورت کا اصلی موضوع معلوم ہوتا ہے اُس کے بیان کے لئے یہ آیات بطور توطیہ و تمہید کے مقدم کی گئی ہیں۔

خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ

اُس کو بنایا مٹی سے کہا تو اُتر یہاں سے ف١ تو اس لائق نہیں کہ تکبر کرے

فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ⑬ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

یہاں پس باہر نکل تو ذلیل ہے ف٢ بولا کہ مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ

يُبْعَثُوْنَ ⑭ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ⑮ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ

لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں، فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی ف٣ بولا تو جیسا تونے مجھے گمراہ کیا ہے

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑯ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ

میں بھی ضرور بیٹھوں گا اُن کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر ف٤ پھر اُن پر آؤنگا اُن کے

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ

آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے ف٥

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ⑰ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا

اور نہ پائیگا تو اکثروں کو ان میں شکر گذار ف٦ کہا نکل یہاں سے بُرے حال سے

مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑱

مردود ہوکر جو کوئی اُن میں سے تیری راہ پر چلیگا تو مَیں ضرور بھر دونگا دوزخ کو تم سب سے ف٧

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

اور اے آدم رہ تو اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲ فَوَسْوَسَ

اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار ف٨ پھر بہکایا

لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ

اُن کو شیطان نے تاکہ کھولدے اُن پر وہ چیز کہ اُن کی نظر سے پوشیدہ تھی اُن کی شرمگاہوں سے اور

قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے ربّ نے اس درخت سے مگر اسی لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے

ف١ یعنی تمہاری تخلیق سے پہلے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا سامان کیا۔ پھر تمہارا مادہ پیدا فرمایا۔ پھر اُس مادہ کو ایسا دلکش نقشہ اور حسین و جمیل صورت عطا کی جو کسی دوسری مخلوق کو عطا نہ کی گئی تھی پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقت مرحمت ہوئی جس کی بدولت تمہارے باپ آدم علیہ السلام جن کا وجود تمام افراد انسانی کے وجود پر اجمالاً مشتمل تھا۔ "خلیفۃ اللہ" و "مسجود ملائکہ" بنے پھر جس نے اُس وقت سجود تعظیمی سے سرتابی کی وہ مردود ازلی ٹھہرا کیونکہ وہ سجود خلافت الٰہیہ کے نشان کے طور پر تھا۔ ملائکۃ اللہ، جو بحث و تمحیص اور صریح امتحان کے بعد آدم کی علمی فضیلت اور روحانی کمالات پر مطلع ہو چکے تھے حکم الٰہی سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور اس طرح خلیفۃ اللہ کے روبرو اپنے پروردگار حقیقی کی کامل وفاشعاری اور اطاعت پذیری کا ثبوت دیا۔ اور ابلیس لعین جو ناری الاصل جنی مگر کثرت عبادت وغیرہ کی وجہ سے زمرہ ملائکہ میں شامل ہو گیا تھا، آخر کار اپنی اصل کی طرف لوٹا۔ اس کی نظر آدم کی مادی ساخت سے نفخت فیہ من روحی کے راز تک تجاوز نہ کر سکی۔ اسی لئے صریح حکم الٰہی کے مقابلہ پر انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین کا دعویٰ کرنے لگا۔ آخر اسی اباء و استکبار اور نص صریح قاطع کو محض رائے و ہویٰ سے رد کر دینے اور خدا سے بحث و مناظرہ ٹھان لینے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے مرتبہ قرب سے نیچے گرا دیا اور رحمت الٰہیہ سے بہت دور پھینک دیا گیا۔ فی الحقیقت جس چیز پر اُسے بڑا فخر تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے، وہ ہی اُس کی ہلاکت ابدی کا سبب ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت و حدت، سرعت و طیش اور علو و افساد ہی بخلاف مٹی کے کہ اُس میں مستقل مزاجی، متانت اور تواضع و حلم و تثبت پایا جاتا ہے۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا سجدہ کا حکم سُنکر آگ بگولا ہو گیا اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی۔ آخر تکبر و تعلی کی راہ سے آتش حسد میں گر کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی۔ خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ اُن کی استقامت و انابت نے ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ کا نتیجہ پیدا کیا۔ اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفضیل کے دعوے میں ٹھوکر کھائی۔ چنانچہ حافظ شمس الدین ابن القیم نے بدائع الفوائد میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔ من شاء فلیراجعہ۔

ف٢ یعنی جنت میں یا آسمانوں پر خدا کی وہ مخلوق رہ سکتی ہے جو خدا کی پوری مطیع و فرمان بردار ہو، نافرمان متکبروں کے لئے وہاں گنجائش نہیں، بہرحال ابلیس لعین عزت کے اس مقام سے جس پر کثرت عبادت وغیرہ کی وجہ سے اب تک فائز تھا، بڑا بول بولنے کی بدولت نیچے دھکیل دیا گیا (تنبیہ) ابلیس کے مدت دراز تک زمرہ ملائکہ میں شامل رکھنے سے متنبہ کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مکلفین میں کسی کی فطرت حتیٰ کہ شیطان کی بھی ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف بدی کی طرف جانے کے لئے مجبور و مضطر ہو جائے بلکہ خبیث سے خبیث ہستی بھی اصل فطرت کے اعتبار سے اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اپنے کسب و اختیار سے نیکی اور پرہیز گاری میں انتہائی ترقی کر کے زمرہ ملائکہ میں جا ملے۔

ف٣ یعنی جب تو نے یہ درخواست کی تو سمجھ لے کہ یہ پہلے سے علم الٰہی میں طے شدہ ہے کہ تجھ کو مہلت دی جائے۔ جب حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ حق تعالیٰ اپنی صفات کمالیہ و شہنشاہانہ عظمت و جبروت کا مظاہرہ کرے تو اس نے عالم کو پیدا فرمایا۔ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما (الطلاق رکوع ٢) یعنی زمین و آسمان کی تخلیق اور اُن کے کل نظم و نسق سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور علم محیط وغیرہ صفات کی معرفت لوگوں کو حاصل ہو۔ اسی معرفت الٰہیہ کو آیت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں بعض سلف کی تفسیر کے موافق عبادت سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ تخلیق عالم سے یہ غرض بوجہ اتم جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ مخلوقات میں اس کی ہر قسم کی صفات و کمالات کا اظہار ہو، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عالم میں مطیع و وفادار اور باغی و مجرم ہر قسم کی مخلوق موجود ہو۔ نیز اعداء اللہ کو پوری زور آزمائی اور اُن کے بیدالشی اختیار و قوت کے تمام وسائل استعمال کرنیکی آخری حد تک مہلت و آزادی دیجائے پھر انجام کار حکومت الٰہیہ کا لشکر غالب ہو، دشمن اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور بعد امتحان آخری کامیابی دوستوں کے ہاتھ رہے اس کے بدون کل صفات کمالیہ کے ظاہر ہونیکی کوئی صورت نہیں پس خیر و شر اور منبع خیر و شر کا پیدا کرنا، اسی حکمت سے ہے کہ جو غرض تخلیق عالم کی ہے یعنی "صفات کمالیہ کا مظاہرہ" وہ بغیر اس کے پوری نہ ہو سکتی تھی ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذٰلک خلقھم (ہود رکوع ١٠) اسی لئے ضروری ہوا کہ عدو اکبر ابلیس لعین کو جو منبع شر ہے پوری مہلت دی جائے کہ وہ تا قیام قیامت اپنے قویٰ و وسائل کو جی کھول کر استعمال کر لے لیکن یہ چیز ظاہر ہے کہ براہ راست اس محیط کل اور قادر مطلق کے مقابلہ پر ممکن نہ تھی، اس لئے ضروری ہوا کہ خدا کی طرف سے بطور نیابت و خلافت ایک ایسی مخلوق مقابلہ پر لائی جائے جس سے ابلیس لعین کو آزادی کے ساتھ جنگ آزمائی کا موقع مل سکے۔ واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا (بنی اسرائیل رکوع ٧)، اور پھر جب تک وہ مخلوق حق نیابت اور وظیفہ خلافت ادا کرتی رہی، خاص شاہی فوج (ملائکہ) سے اُس کو کمک پہنچائی جائے اور باوجود ضعف و قلت کے اپنے فضل و رحمت سے انجام کار دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور کیا جائے پس خوب سمجھ لو کہ یہ زمین ابلیس اور آدم کا میدان جنگ ہے اور چونکہ پوری طرح جان توڑ مقابلہ اُسی وقت ہو سکتا تھا کہ دونوں حریف ایک دوسرے سے خار کھائے ہوں اس لئے تکوینا دو صورتیں ایسی پیش آگئیں جن سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی جاگزیں ہو جائے۔

(بقیہ صفحہ ٢٠٣)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۲ - ابلیس آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر نیچے گرایا گیا اور آدم علیہ السلام کو ابلیس کی وسوسہ اندازی کی بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا - ان واقعات سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی عداوت کی جڑ قائم ہوکر معرکہ کارزار گرم ہوگیا - والحرب سجال وانما العبرۃ للخواتیم - ف۴ یعنی رہزنوں کی طرح ان کے ایمانوں پر ڈاکہ ماروں گا جن کے سبب مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا - ف۵ یعنی ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہونگا - جہات اربعہ کا ذکر تعمیم جہات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے - ف۶ یہ ابلیس لعین کا تخمینہ تھا جو صحیح نکلا - ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین (سبا رکوع ۲) ف۷ یعنی اکثر آدمی ناشکرے ہونگے تو ہمارا کیا بگاڑ لینگے - انجام کار ان ہی تھوڑے وفاداروں کے لئے کامیابی اور فلاح ہوگی اور ناشکروں کی کثرت دوزخ کی نذر ہو جائیگی - گویا اس طرح واضح کر دیا جائیگا کہ جنود الشیطان کی اس قدر کثرت بھی "خلیفۃ اللہ" کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی - ف۸ آدمؑ و حوّا کو اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک جو چاہیں کھائیں پئیں - بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا اُنکی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا، اُسے فرمادیا کہ اس کے پاس نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے - میرے نزدیک یہاں فتکونا من الظلمین کا ترجمہ اگر یوں کیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا "پھر ہوجاؤ گے تم نقصان اٹھانیوالوں میں سے" ظلم کے معنی نقصان اور کمی و کوتاہی کے آتے ہیں جیسا کہ ولم تظلم منہ شیئا (کہف) میں ۔

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾

یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور اُن کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا دوست ہوں

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

پھر مائل کر لیا اُن کو فریب سے ف۱ پھر جب چکھا اُن دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں اُن پر شرمگاہیں اُنکی ف۲ اور

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ

لگے جوڑنے اپنے اُوپر بہشت کے پتے ف۳ اور پکارا اُن کو اُن کے رب نے

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا

کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے اور نہ کہہ دیا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ

کھلا دشمن ہے بولے وہ دونوں اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر، اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور

تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ فرمایا تم اُترو تم ایک دوسرے کے

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ

دشمن ہوگے ف۴ اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اُٹھانا ہے ایک وقت تک فرمایا

فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

اُسی میں تم زندہ رہوگے ف۵ اور اسی میں تم مروگے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے اے اولاد آدم کی

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ

ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے ف۶

التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾

اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے ف۷ یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں ف۸

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

اے اولاد آدم کی نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا کہ اُس نے نکالدیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے

ع ۹/۵ ۲

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ آدمؑ و حوّا شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے، شاید وہ سمجھے کہ واقعی اسکے کھانے سے ہم فرشتے بن جائینگے، یا پھر کبھی فنا نہ ہونگے - اور حق تعالیٰ نے جو نہی فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی، لیکن غالباً فتکونا من الظالمین اور ان ھذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی وغیرہ سے نسیان ہوا اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب وہ مسجود ملائکہ بنائے جاچکے، پھر ملک بننے کی کیا ضرورت رہی - فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ رکوع ۶) واضح ہو کہ امر و نہی کبھی تو تشریعاً ہوتے ہیں اور کبھی شفقۃً - اس کو یوں سمجھو کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے، یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے جس کا اثر کمپنی کے حقوق پر پڑتا ہے اور ایک جو گاڑیوں میں لکھا ہوتا ہے کہ "مت تھوکو کہ اس سے بیماری پھیلتی ہے" یہ نہی شفقۃً ہے جیسا کہ بیماری پھیلنے کی تعلیل سے ظاہر ہے - اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے اور جن کا ارتکاب کرنا اُن حقوق کے منافی ہے جن کی حفاظت کرنا تشریع کا منشا تھا - دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے، جیسا کہ طب نبوی وغیرہ کی بہت سی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے - شاید آدم علیہ السلام نے اکل شجرہ کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا، اسی لئے شیطان کی وسوسہ اندازی کے بعد اُس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا - مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی اُن کے مرتبۂ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل بن جاتی ہے اسلئے اپنی غلطی کا ظاہری نقصان اُٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول گریہ و بکار ہے آخر کار ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدی کے نتیجہ پر پہنچ گئے ؎

بود آدم دیدۂ نور قدیم — موئے در دیدہ بود کوہ عظیم

ف۲ یعنی عدول حکمی کرا کر لباس بہشتی اُن پر سے اُتروا دیا - کیونکہ جنتی لباس حقیقت میں لباس تقویٰ کی ایک محسوس صورت ہوتی ہے کسی ممنوع کے ارتکاب سے جس قدر لباس تقویٰ میں رخنہ پڑیگا اسی قدر جنتی لباس سے محرومی ہوگی - غرض شیطان نے کوشش کی کہ عصیان کرا کر آدمؑ کے بدن سے بطریق مجازات جنت کا خلعت فاخرہ اتروا دے - یہ میرا خیال ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے نزع لباس کو اکل شجرہ کے ایک طبعی اثر کے طور پر لیا ہے - وہ لکھتے ہیں کہ "حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی ان کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اُترتے نہ تھے کیونکہ حاجت اتارنے کی نہ ہوتی تھی، آدمؑ و حوّا اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے" گویا اُس درخت کے کھانے سے جو پردہ انسانی کمزوریوں پر پڑا تھا وہ اُٹھ گیا "سوأۃ" کے لغوی معنی ہیں بہت سی چیزیں ہے قابیل ہابیل کے قصہ میں "سوءۃ اخیہ" فرمایا اور حدیث میں ہے "اِحدیٰ سوءَتک یا مقداد" اب تک آدم کی نظر میں صرف اپنی سادگی اور معصومیت تھی اور ابلیس کی نظر میں صرف اس کی خلقی کمزوریاں تھیں لیکن اکل شجرہ کے بعد آدم کو اپنی کمزوریاں پیش نظر ہوگئیں اور جب اس غلطی کے بعد انہوں نے توبہ و انابت اختیار کی تو ابلیس لعین کو اُنکے اعلیٰ کمال اور انتہائی نجابت و شرافت کا مشاہدہ ہوگیا - اُس نے سمجھ لیا کہ یہ مخلوق لغزش کھا کر بھی میری مار کھانے والی نہیں - اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ شاید اسی لحاظ سے تورات میں ابن قتیبہ صاحب معارف کی نقل کے موافق اس درخت کو "شجرۃ علم الخیر والشر" سے موسوم کیا گیا ہے - واللہ اعلم - ف۳ یعنی برہنہ ہوکر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے مگر فطری حیا مانع ہے کہ ننگا رہے - ف۴ مفسرین کے نزدیک یہ خطاب آدمؑ و حوّا اور ابلیس لعین سب کو ہے کیونکہ اصل عداوت آدم اور ابلیس کی ہے اور اس عداوت کا دنگل ہماری زمین بنائی گئی جس کی خلافت آدمؑ کو سپرد ہوئی تھی - ف۵ یعنی عموماً تمہارا مسکن اصلی و مستقر یہی زمین ہے - اگر خرق عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک معین مدت کے لئے اس سے اوپر اٹھا لیا جائے مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام، تو وہ اس آیت کے منافی نہیں - کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لئے زمین سے جدا ہوکر ہوائی جہاز میں مقیم ہو یا فرض کیجئے وہیں مرجائے وہ فیہا تحیون وفیہا تموتون کے خلاف ہوگا؟

(باقی صفحہ ۲۰۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۳- کیونکہ وہ اس وقت زمین پر نہیں ہے- دوسری جگہ ارشاد ہے منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم جو اموات زمین میں مدفون نہ ہوں ان کو فیها نعیدکم الخ میں کیسے داخل کیا جائیگا- معلوم ہوا کہ اس قسم کے قضایا کلیہ کے رنگ میں استعمال نہیں ہوئے- ف۶ اُتارنے سے مراد اُس کا مادہ وغیرہ پیدا کرنا اور اُسکے تیار کرنے کی تدبیر بتلانا ہے- گو اُتارنے کا لفظ اکثر اس موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک چیز کو اوپر سے نیچے لایا جائے- مگر بہت دفعہ اس سے مکانی فوق وتحت مراد نہیں ہوتا- بلکہ جو مرتبہ کے اعتبار سے اُونچا ہو اُسکی طرف سے کوئی چیز نیچے والوں کو عطا کئے جانے پر بھی یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے- جیسے فرمایا وانزل لكم من الانعام ثمانية ازواج یا وانزلنا الحديد فيه باس شديد- ف۷ یعنی اس ظاہری لباس کے علاوہ جس سے صرف بدن کا تستر یا تزین ہوتا ہے ایک معنوی پوشاک بھی ہے جس سے انسان کی باطنی کمزوریاں جن کے ظاہر کرنیکی اس میں استعداد پائی جاتی تھی پردۂ خفا میں رہتی ہیں، منصۂ ظہور وفعلیت پر نہیں آنے پاتیں اور یہی معنوی پوشاک جسے قرآن نے لباس التقویٰ فرمایا، باطن کی زینت وآرائش کا ذریعہ بنتی ہے- بلکہ اگر غور کیا جائے تو ظاہری بدنی لباس بھی اسی باطنی لباس کو زیب تن کرنے کے لئے شرعاً مطلوب ہوا ہے- حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دشمن نے جنت کے کپڑے تم سے اتروائے پھر ہم نے تم کو دنیا میں تدبیر لباس کی سکھادی اب وہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سو نہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آوے اور اپنی زینت نہ دکھاوے-

يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ

اُتروائے اُن سے اُنکے کپڑے ف۱ تاکہ دکھلائے اُن کو شرمگاہیں اُن کی وہ دیکھتا ہے تم کو اور

قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

اُس کی قوم جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ف۲ ہم نے کر دیا شیطانوں کو رفیق

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ٢٧ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا

اُن لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے ف۳ اور جب کرتے ہیں کوئی برا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا

عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ

اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے، تو کہدے کہ اللہ حکم نہیں کرتا برے کام کا

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ٢٨ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ قف

کیوں لگاتے ہو اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف۴ تو کہدے کہ میرے رب نے حکم کر دیا ہے انصاف کا ف۵

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت اور پکارو اُس کو خالص اُس کے فرمانبردار

الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ ٢٩ ۭ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ

ہو کر ف۶ جیسا تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے ف۷ ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر مقرر

عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ

ہو چکی گمراہی انہوں نے بنایا شیطانوں کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر

اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ٣٠ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ

اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں ف۸ اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرائش

عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور بیجا خرچ نہ کرو اُس کو خوش نہیں آتے

الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ٣١ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

بیجا خرچ کرنیوالے ف۹ تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اُس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے

ف۸ یعنی ان نشانات میں غور کر کے حق تعالیٰ کے قادرانہ انعام و اکرام کے معترف اور شکرگذار ہوں.

فوائد صفحہ ہذا- ف۱ اخراج ونزاع کی اضافت اُنکے سبب کی طرف کی گئی- یعنی آدم وحوا کو جنت سے علیحدہ کرنے اور کپڑے اُتارے جانے کا سبب وہ ہوا- اب تم اُس کے فریب میں مت آؤ اور اسکی مکاریوں سے ہشیار رہو-

ف۲ یعنی جو دشمن ہم کو اس طرح دیکھ رہا ہو کہ ہماری نظر اُس پر نہ پڑے اُس کا حملہ سخت خطرناک اور مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے- اس لئے تم کو بہت مستعد وبیدار رہنا چاہئے- ایسے دشمن کا علاج یہی ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی کی پناہ میں آجائیں جو اُسے دیکھتی ہے پر وہ اُسے نہیں دیکھتا- لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير- (تنبیہ) انه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم اُن کو نہیں دیکھتے- اس کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت بھی کوئی شخص کسی صورت میں اُن کو نہ دیکھ سکے- پس آیت سے رویۃ جن کی بالکلیہ نفی پر استدلال کرنا کوتاہ نظری ہے-

ف۳ یعنی جب انہوں نے اپنی بے ایمانی سے خود شیاطین کی رفاقت کو اپنے لئے پسند کر لیا- جیسا کہ چند آیات کے بعد آرہا ہے- انهم اتخذوا الشيطين اولياء من دون الله ويحسبون انهم مهتدون تو ہم نے بھی اس انتخاب میں مزاحمت نہیں کی جس کو انہوں نے اپنا رفیق بنانا چاہا اسی کو رفیق بنا دیا گیا-

ف۴ یعنی بُرے اور بیحیائی کے کام مثلاً مرد وعورت کا برہنہ طواف کرنا، جو ان آیات کی شان نزول ہے، جن سے عقل سلیم اور فطرت صحیحہ نفرت کرتی ہے- خدائے قدوس کی شان نہیں کہ اُن کی تعلیم دے- وہ تو پاکی اور حیا کا سرچشمہ ہے- گندے اور بیحیائی کے کاموں کا حکم کیسے دے سکتا ہے- اصل میں بیحیائی اور برائی کی تعلیم دینے والے وہ شیاطین ہیں جن کو انہوں نے اپنا رفیق بنا رکھا ہے- دیکھو تمہارے سب سے پہلے ماں باپ کو شیطان نے فریب دیکر برہنہ کرایا- مگر وہ شرم وحیا کے مارے درختوں کے پتے بدن پر لپیٹنے لگے معلوم ہوا کہ برہنگی شیطان کی جانب سے اور تستر کی کوشش تمہارے باپ کی طرف سے ہوئی- پھر برہنہ طواف کرنے پر باپ دادوں کی سند لانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے- نیز بقول حضرت شاہ صاحبؒ سُن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی کیوں سند لاتے ہو یہ کس قدر بیحیائی کی بات ہے کہ جو کام شیطان کے حکم سے ہو رہا ہو اسے کہا جائے کہ ہم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے- العیاذ باللہ- ف۵ روح المعانی میں ہے "القسط على ما قال غير واحد العدل وهو الوسط من كل شئ المتجافي عن طرفي الافراط والتفريط" آیت کا حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہر کام میں توسط واعتدال پر رہنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں- ف۶ مترجم محقق نے "مسجد" کو غالباً مصدر میمی بمعنی سجود لیکر تجوزاً نماز کا ترجمہ کیا ہے اور "وجوہ" کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے یعنی نماز ادا کرنے کے وقت اپنا منہ سیدھا (کعبہ کی طرف) رکھو- مگر دوسرے بعض مفسرین اقیموا وجوھکم سے یہ مُراد لیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کی طرف ہمیشہ استقامت کے ساتھ دل سے متوجہ رہو- ابن کثیر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادات میں سیدھے رہو- جو راستہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اس سے ٹیڑھے ترچھے نہ چلو- عبادت کی مقبولیت دو ہی چیزوں پر موقوف تھی- خالص خدا کے لئے ہو- جس کو آگے فرما دیا- وادعوہ مخلصین له الدين اور اُس مشروع طریق کے موافق ہو جو انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا ہے- اس کو واقیموا وجوھکم میں ادا کیا گیا- بہرحال اس آیت میں اوامر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب "قسط" میں آگئے اور جن کا تعلق خدا سے ہے اگر قالبی ہیں تو "واقیموا وجوھکم" میں اور قلبی ہیں تو وادعوہ مخلصین له الدين میں مندرج ہو گئے- ف۷ یعنی انسان کو اعتدال، استقامت اور اخلاص کی راہوں پر چلنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے نتائج سامنے

(باقی بر صفحہ ۲۰۵)

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ

اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

میں خالص انہی کیواسطے ہیں قیامت کے دن اِسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں اُن کے لئے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

جو سمجھتے ہیں ف۱ تو کہہ دے میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بیحیائی کی باتوں کو جو اُن میں کھلی ہوئی ہیں اور جو

بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ

چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو ف۲ اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو

يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾

کہ جس کی اُس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف۳

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

اور ہر فرقے کے واسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آپہنچیگا اُن کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی

وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

اور نہ آگے سرک سکیں گے ف۴ اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم ہیں کے

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

کہ سنائیں تم کو آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہوگا اُن پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا اُن سے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ

وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اُسی میں ہمیشہ رہیں گے ف۵ پھر اُس سے زیادہ ظالم کون

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ

جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اُسکے حکموں کو ف۶ وہ لوگ ہیں کہ ملیگا اُن کو

بقیہ فوائد صفحہ ٢٠٤ - آئینگے، اُسکی نکر ابھی سے ہونی چاہیئے - وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ **ف۸** یعنی جن پر گمراہی مقرر ہو چکی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست اور رفیق ٹھہرالیا ہے - اور تماشا یہ ہے کہ اس صریح گمراہی کے باوجود سمجھتے یہ ہیں کہ ہم خوب ٹھیک چل رہے ہیں اور مذہبی حیثیت سے جو روش اور طرزِ عمل ہم نے اختیار کر لیا ہے وہ ہی درست ہے، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (کہف - رکوع ١٢) (تنبیہ) آیت کے عموم سے ظاہر ہوا کہ کافر معاند کی طرح کافر مخطی بھی جو واقعی اپنی غلط فہمی سے باطل کو حق سمجھ رہا ہو فریقاً حق علیہم الضلالۃ میں داخل ہے، خواہ یہ غلط فہمی پوری طرح غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ہو، یا اس لئے کہ گو اُس نے بظاہر پوری قوت غور و فکر میں صرف کر دی، لیکن ایسے صریح اور واضح حقائق تک نہ پہنچنا خود بتلاتا ہے کہ فی الحقیقت اُس سے قوۃ فکر و استدلال کے استعمال میں کوتاہی ہوئی ہے - گویا جن چیزوں پر ایمان لانا مدار نجات ہے وہ اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ اُن کے انکار کی بجز عناد یا قصور فکر و تامل کے اور کوئی صورت نہیں - بہرحال کفر شرعی ایک ایسا سنکھیا (زہر) ہے جو جان بوجھ کر یا غلط فہمی سے کسی طرح بھی کھایا جائے انسان کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے -" اہلسنت والجماعت" کا مذہب یہی ہے اور "روح المعانی" میں جو بعض کا اختلاف اس مسئلہ میں نقل کیا ہے، اُس بعض سے مراد جاحظ و عنبری ہیں جو اہل السنت والجماعت میں داخل نہیں بلکہ باوجود "معتزلی" کہلائے جانے کے خود معتزلہ کو بھی اُن کے اسلام میں کلام ہے - اسی لئے صاحب روح المعانی نے اُن کا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھ دیا "وللہ تعالیٰ الحجۃ البالغۃ والتزام ان کل کافر معاند بعد البعثت وظہور امر الحق کفار علی علمہ" -

ف۹ یہ آیات ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئیں جو کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور اسے بڑی قربت اور پرہیزگاری سمجھتے تھے اور بعض اہل جاہلیت ایام حج میں سد رمق سے زائد کھانا اور گھی یا چکنائی وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیتے تھے بعضوں نے بکری کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کر رکھا تھا - ان سب کو بتلا دیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی باتیں نہیں - خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا تستر اور آرائش ہے اُس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اُسکی نعمتوں کا اثر لیکر حاضر ہو، خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے تمتع کرو - بس شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہونے پائے -" اسراف" کے معنی ہیں "حد سے تجاوز کرنا" جسکی کئی صورتیں ہیں - مثلاً حلال کو حرام کر لے، یا حلال سے گذر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے، یا بدون اشتہا کے کھانے لگے، یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کے لئے کافی نہ ہو، یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے وغیر ذٰلک - لفظ "اسراف" ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے - بیجا خرچ کرنا بھی اسکی ایک فرد ہے - اسی تعمیم کے لحاظ سے بعض سلف نے فرمایا کہ "جمع اللہ الطب کلہ فی نصف آیۃ" (خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکٹھی کر دی).

فوائد صفحہ ہذا - ف۱

عالم کی تمام چیزیں اسی لئے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی اُن سے مناسب طریقہ سے منتفع ہو کر خالق جل و علا کی عبادت، وفاداری اور شکرگزاری میں مشغول ہو - اس اعتبار سے دنیا کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین و مطیعین ہی کے لئے پیدا ہوئی ہیں البتہ کافروں کو بھی ان چیزوں سے روکا نہیں گیا وہ بھی اپنے اعمال و تدابیر سے دنیوی مفاد حاصل کر لیتے ہیں - بلکہ جب اہل ایمان قوتِ ایمان و تقویٰ میں کمزور ہوں، تو یہ غاصبین اپنی عملی تگ و دو میں بظاہر زیادہ کامیاب معلوم ہوتے ہیں، جسے کچھ تو کفار کے اعمال فانیہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیئے اور کچھ مومنین کے حق میں تنبیہ و توبیخ من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا و زینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وھم فیہا لا یبخسون اولٰئک الذین لیس لہم فی الاٰخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا وباطل ما کانوا یعملون (ہود رکوع ٢) رہی آخرت کی نعما وہ خالص اہل ایمان کا حصہ ہے - بعض علماء نے خالصۃ یوم القیامۃ کے معنی یہ لئے ہیں کہ دنیوی نعمتیں خالص نہیں کیونکہ اُن کے ساتھ بہت سے غم و فکر اور کلفتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں - آخرت کی نعمتیں ہر قسم کی کدورات سے خالی ہونگی - اور ابن عباسؓ سے "درمنثور" میں آیت کے معنی یہ نقل کئے ہیں کہ دنیوی نعمتیں اس شان سے کہ آخرت میں وبال نہیں صرف مومنین کے لئے ہیں کفار کے حق میں یہاں کا تنعم اُن کے کفر و حق ناشناسی کی وجہ سے عذاب و وبال بن جائیگا - **ف۲** "اثم" سے عام گناہ مراد ہیں اور بعض مخصوص گناہوں کو مناسبت مقام یا اہمیت کی وجہ سے بیان فرما دیا اور بعض کے نزدیک "اِثم" وہ گناہ ہے جس کا تعلق گناہ کرنے والے کے سوا دوسرے لوگوں سے نہ ہو - واللہ اعلم - **ف۳** جیسا کہ فحشاء کے متعلق کہتے تھے واللہ امرنا بہا - **ف۴** بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ جب وعدہ کا وقت آپہنچا تو تاخیر کا امکان عقلی تھا اس لئے اُسکی نفی ضروری ہوئی مگر تقدیم تو عقلاً ممکن ہی نہیں - اُس کی نفی سے کیا فائدہ ہے؟ اسی شبہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے لا یستقدمون کا عطف شرطیہ اذا جاء اجلھم الخ پر مانا ہے اور بعض نے جاء اجلھم سے قرب دُنو مراد لیا ہے - میرے نزدیک ان تکلفات کی حاجت نہیں - محاورات میں کسی ایسی چیز کو جس کے مقابل دو طرفین ہوں زور اور تاکید سے ثابت کرنے کے لئے بسا اوقات ایک طرف کی جو محتمل الثبوت ہو نفی مقصود آ کیجاتی ہے اور دوسری طرف کی جو پہلے سے غیر محتمل ہے نفی کو محض مبالغہ تاکید اور تحسین کلام کے طور

(باقی برصفحہ ٢٠٦)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۵- استطراداً ذکر کر دیتے ہیں- ایک خریدار دوکاندار سے کسی چیز کی قیمت معلوم کرکے کہتا ہو کہ "کچھ کم و بیش" دوکاندار بھی کہہ دیتا ہے کہ "کم و بیش نہیں ہو سکتا"- دونوں جگہ "کم" کا ذکر مقصود ہے- اور "بیش" کا لفظ محض تعیین قیمت کی تاکید و مبالغہ کے لئے استطراداً ذکر کیا گیا ہے یہاں بھی غرض اصلی کلام سے یہ ہے کہ خدا کا وعدہ جب آپہنچے تو پھر اٹل ہے ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی- مقصود تاخیر کی نفی کرنا ہے- تقدیم جو پہلے سے ظاہر الانتفاء تھی اُس کی نفی کرنا محض وعدہ کے اٹل ہونے پر زور ڈالنے کا ایک پیرایہ ہے یعنی خدا پر افترا کرنے والے اور اُس کی طرف نسبت کرکے حرام کو حلال بنانے والے خدا کی ڈھیل پر مغرور و بیفکر نہ ہوں- ہر اُمت اور ہر فرد کی خدا کے یہاں ایک معین مدت ہے جب سزا کی گھڑی آجائیگی پھر ٹل نہ سکے گی۔

ف۵ ابن جریر نے ابو لیسار سلمی سے نقل کیا ہے کہ یہ خطاب یٰبنی اٰدم اِمّا یاتینکم الخ کل اولاد آدم کو عالم ارواح میں ہوا تھا جیسا کہ سورۂ بقرہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے- قلنا اھبطوا منھا جمیعا فامّا یاتینکم منی ھدًی الخ اور بعض محققین کے نزدیک جو خطاب ہر زمانہ میں ہر قوم کو ہوتا رہا، یہ اُس کی حکایت ہے میرے نزدیک دو رکوع پہلے سے جو مضمون چلا آرہا ہے اس کی ترتیب و تنسیق خود ظاہر کرتی ہے کہ جب آدم و حوّا اپنے اصلی مسکن (جنت) سے جہاں انکو آزادی و فراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا- عارضی طور پر محروم کر دیئے گئے تو اُن کی مخلصانہ توبہ و انابت پر نظر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اُس حرمان کی تلافی اور تمام اولاد آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے کچھ ہدایات کی جائیں- چنانچہ ہبوطِ آدم کا قصہ ختم کرنے کے بعد معاً یٰبنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباسًا الخ سے خطاب شروع فرما کر تین چار رکوع تک ان ہی ہدایات کا مسلسل بیان ہوا ہے- ان آیات میں کل اولاد آدم کو گویا بیک وقت موجود تسلیم کرکے عام خطاب کیا گیا ہے کہ جنت سے نکلنے کے بعد ہم نے بہشتی لباس و طعام کی جگہ تمہارے لئے زمینی لباس و طعام کی تدبیر فرمادی گو جنت کی خوشحالی اور بیفکری یہاں میسر نہیں تاہم ہر قسم کی راحت و آسائش کے سامان سے منتفع ہونے کا تم کو موقع دیا تاکہ تم یہاں رہ کر اطمینان سے اپنا مسکن اصلی اور آبائی ترکہ واپس لینے کی تدبیر کر سکو- چاہیئے کہ شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہشیار رہو، کہیں ہمیشہ کے لئے تم کو اس میراث سے محروم نہ کر دے- بےحیائی اور اثم و عدوان سے بچو- اخلاص و عبودیت کا راستہ اختیار کرو خدا کی نعمتوں سے تمتع کرو مگر جو حدود و قیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں اُن سے تجاوز نہ کرو- پھر دیکھو ہر قوم اپنی اپنی مدت موعودہ پوری کرکے کس طرح اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جاتی ہے اس اثنا میں اگر خدا کسی وقت تم ہی میں سے اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے جو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں جن سے تمکو اپنے باپ کی اصلی میراث (جنّت) حاصل کرنیکی ترغیب و تذکیر ہو اور مالک حقیقی کی خوشنودی کی راہیں معلوم ہوں، انکی پیروی اور مدد کرو- خدا سے ڈر کر بُرے کاموں کو چھوڑو اور اعمال صالحہ اختیار کرو- تو پھر تمہارا مستقبل بالکل بیخوف و خطر ہے- تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سُکھ اور امن و اطمینان کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں، ہاں اگر ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کرکے اُن پر عمل کرنے سے کترائے تو مسکن اصلی اور آبائی میراث سے دائمی محرومی اور ابدی عذاب و ہلاکت کے سوا کچھ نہ ملیگا- بہر حال جو لوگ اس آیت سے ختم نبوت کی نصوص قطعیہ کے خلاف قیامت تک کے لئے انبیاء و رسل کی آمد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں اُن کے لئے اس جگہ کوئی موقع اپنی مطلب برآری کا نہیں۔

ف۶ یعنی اُن سچے پیغمبروں کی تصدیق کرنا ضروری ہے جو واقعی خدا کی آیات سُناتے ہیں، باقی جو شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرکے اور جھوٹی آیات بنا کر خدا پر افترا کرے یا کسی سچے پیغمبر کو اور اُس کی لائی ہوئی آیات کو جھٹلائے ان دونوں سے زیادہ ظالم کوئی نہیں۔

نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ

جو اُن کا حصہ لکھا ہوا ہے کتاب میں ف۱ یہاں تک کہ جب پہنچیں اُنکے پاس ہمارے بھیجے ہوئے انکی جان لینے کو

قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا

تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے سوا اللہ کے بولیں گے وہ ہم کو کھوئے گئے

وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا

اور اقرار کرلیں گے اپنے اوپر کہ بیشک وہ کافر تھے ف۲ فرمائیگا داخل ہو جاؤ

فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ

ہمراہ اور اُمتوں کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں جنّ اور آدمیوں میں سے دوزخ کے اندر ف۳

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا

جب داخل ہوگی ایک اُمت تو لعنت کریگی دوسری اُمت کو ف۴ یہاں تک کہ جب گر چکیں گے اُس میں

جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا

سارے تو کہیں گے اُن کے پچھلے پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا

فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن

سو تو اُن کو دے دُونا عذاب آگ کا فرمائیگا کہ دونوں کو دوگنا ہے لیکن

لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا

تم نہیں جانتے ف۵ اور کہیں گے اُن کے پہلے پچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر

مِن فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ

بڑائی اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے ف۶ بیشک جنہوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا نہ کھولے جائیں گے اُن کے لئے دروازے آسمان کے

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ

اور نہ داخل ہونگے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اُونٹ سوئی کے ناکے میں ف۷ اور ہم یوں

فوائد صفحہ ہذا- ف۱ یعنی دنیا میں عمر و رزق وغیرہ جتنا مقدر ہے یا یہاں کی ذلت و رسوائی جو اُن کے لئے لکھی ہے وہ پہنچے گی پھر مرتے وقت اور مرنے کے بعد جو گت بنے گی اُس کا ذکر آگے آتا ہے- اور اگر نصیبھم من الکتاب سے دنیا کا نہیں عذاب اُخروی کا حصہ مراد لیا جائے تو حتیٰ اذا جاءتھم الخ سے اس پر تنبیہ ہوگی کہ اُس عذاب کے مبادی کا سلسلہ اسی دنیوی زندگی کے آخری لمحات میں شروع ہو جاتا ہے۔ **ف۲** یعنی جب فرشتے نہایت سختی سے اُن کی روح قبض کرکے بُرے حال سے لیجاتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے جو اب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ تاکہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں- اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود و مستعان بنایا جو اس کے مستحق نہ تھے- آج ہماری اس مصیبت میں اُن کا کہیں پتہ نہیں- لیکن یہ ناوقت کا اقرار و ندامت کیا نفع دے سکتا ہے- حکم ہوگا ادخلوا فی امم الخ باقی بعض مواضع میں جو وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک سے انکار کریں گے، اس آیت کے منافی نہیں- کیونکہ قیامت میں مواقف اور احوال مختلف ہوں گے اور جماعتیں بھی بیشمار ہوں گی کہیں ایک موقف یا ایک جماعت کا ذکر ہے کہیں دوسری کا۔ **ف۳** یعنی آگے پیچھے سب کفار کو دوزخ ہی میں داخل ہونا ہے۔ **ف۴** یعنی اس مصیبت میں باہم ہمدردی تو کیا ہوتی، دوزخی ایک دوسرے پر لعن طعن کرینگے- شاید اتباع اپنے سرداروں سے کہیں کہ تم پر خدا کی لعنت ہو تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبے اور سردار اتباع سے کہیں کہ ملعونو اگر ہم گڑھے میں گر پڑے تھے تو تم کیوں اندھے بن گئے- وغیر ذٰلک۔ **ف۵** یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ دُگنا کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسرے آنیوالوں کے لئے راہ ڈالی- اور ایک طرح پچھلوں کا دُگنا کہ خود بہکے اور پہلوں کا حال دیکھ سُن کر عبرت حاصل نہ کی- یا یہ کہ چونکہ ہر دوزخی کا عذاب اپنے اپنے درجہ کے (باقی برصفحہ ۲۰۷)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۶- موافق وقتاً فوقتاً بڑھتا رہے گا۔ اس لئے فرمایا کہ ہر ایک کا عذاب دُگنا ہوتا چلا جائیگا۔ ابھی آغاز تعذیب میں تمہیں انجام کی خبر نہیں یعنی پہلوں کا عذاب دُگنا کر دینے سے تم پچھلوں کو کوئی شفاء اور راحت نصیب نہیں ہوگی۔ یہ تقریر اُس صورت میں ہے کہ ضِعْفٌ سے دونوں فریق مُراد لئے جائیں۔ لیکن ابن کثیر کے نزدیک اس آیت میں پچھلوں کو مطلع کیا گیا ہے کہ بیشک ہم نے پہلوں میں سے ہر ایک کے لئے اُس کے درجہ کے موافق دُگنا ہی عذاب رکھا ہے جیسا کہ دوسری جگہ خبر دی ہے الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدناھم عذابا فوق العذاب (نحل۔ رکوع ۱۲) ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم (عنکبوت رکوع ۱) ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم (نحل۔ رکوع ۳)

ف٦ یعنی ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں، تم کو بھی اپنی کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔

ف٧ یعنی نہ زندگی میں ان کے اعمال کے لئے آسمانی قبول و رفعت حاصل ہے۔ نہ موت کے بعد ان کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "بعد موت کافر کی روح کو آسمان کی جانب سے سجین کی طرف دھکے دیئے جاتے ہیں اور مومن کی روح ساتویں آسمان تک صعود کرتی ہے"۔ مفصل احوال کتب احادیث میں ملاحظہ کرو۔

ف٨ یہ تعلیق بالمحال کے طور پر فرمایا۔ ہر زبان کے محاورات میں ایسی امثال موجود ہیں جن میں کسی چیز کے محال ہونے کو دوسری محال چیز پر معلق کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح یہ ناممکن ہے کہ اونٹ اپنی اسی کلانی اور جسامت پر رہے اور سوئی کا ناکہ ایسا ہی تنگ اور چھوٹا ہو۔ اس کے باوجود اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ اسی طرح ان مکذبین و متکبرین کا جنت میں داخل ہونا محال ہے کیونکہ حق تعالیٰ جہنم میں ان کے "خلود" کی خبر دے چکا ہے اور علم الٰہی میں یہ ہی سزا ان کے لئے ٹھہر چکی ہے پھر خدا کے علم اور اخبار کے خلاف کیسے وقوع میں آسکتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا- ف١ یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی، کسی کروٹ چین نہ ملیگا۔

ف٢ لا نکلف نفسا الا وسعھا جملہ معترضہ ہے جس کو درمیان میں متنبہ فرما دیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرتب ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہر آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اس کی مقدرت اور طاقت میں ہو، اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

ف٣ نزعنا ما فی صدورھم من غل سے مُراد یا تو یہ ہے کہ باہم جنتیوں میں نعمائے جنت کے متعلق کسی طرح کا رشک و حسد نہ ہوگا، ہر ایک اپنے کو اور دوسرے بھائی کو جس مقام میں ہو دیکھ کر خوش ہوگا۔ بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے کو لعن طعن کرینگے جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور یا یہ مراد ہے کہ صالحین کے درمیان جو دنیا میں کسی بات پر خفگی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے انقباض پیش آتا ہے وہ سب جنت میں داخل ہونے سے پیشتر دلوں سے نکال دیا جائیگا۔ وہاں سب ایک دوسرے سے سلیم الصدر ہونگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ "مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہوں گے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ کیا ہے

نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ

بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو اُن کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے اور اوپر سے اوڑھنا ف١

وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو اور جو ایمان لائے اور کیں نیکیاں

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ۫ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا

ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اُس کی طاقت کے موافق وہی ہیں جنت میں رہنے والے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ

ہمیشہ رہیں گے ف٢ اور نکال لیں گے ہم جو کچھ اُن کے دلوں میں خفگی تھی ف٣ بہتی ہونگی اُن کے

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا

نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے

لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ

راہ پانیوالے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کے سچی بات ف٤

وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ

اور آواز آئیگی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے ف٥ اور

نَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا

پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے

حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ

رب نے سچا، سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے کہ ہاں پھر پکارے گا

مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ

ایک پکارنے والا انکے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی اُن ظالموں پر جو روکتے تھے

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ

اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے تھے اس میں کجی اور وہ آخرت سے منکر تھے ف٦ اور

الثلثة

وقف لازم

ف٤ یعنی خدا کی توفیق و دستگیری اور رسولوں کی سچی رہنمائی سے اس اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا ورنہ ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں۔ ف٥ یہ آواز دینے والا خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا یعنی آج ساری عملی جد و جہد ٹھکانے لگ گئی اور تمنے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ "کسی شخص کا عمل ہرگز اُس کو جنت میں داخل نہیں کریگا"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخول جنت کا حقیقی سبب نہیں فقط ظاہری سبب ہے۔ دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے جیسا کہ اسی حدیث میں الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں بندہ پر رحمت الٰہیہ کا نزول اسی قدر ہوتا ہے جس قدر عمل کی روح اُس میں موجود ہو۔ مترجم رحمہ اللہ زبانی فرمایا کرتے تھے کہ گاڑی تو رحمت الٰہیہ کے زور سے چلتی ہے عمل وہ جھنڈی ہے جس کے اشارہ پر چلاتے اور روکتے ہیں۔ (باقی بر صفحہ ۲۰۸)

(بقیہ صفحہ ۲۰۷)
ف٦ ان آیات میں اُن مخاطبات و مکالمات کا ذکر ہے جو جنتیوں اور دوزخیوں یا ان دونوں اور اصحاب اعراف میں ہونگے۔ پہلی اور آخری گفتگو جو "اصحاب الجنۃ" اور "اصحاب النار" میں اِدھر سے یا اُدھر سے ہوگی۔ صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ مخاطبات جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کے ہیں۔ اس لئے نظم کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اصحاب اعراف کی درمیانی گفتگو کو بھی اس کے بعد ہی مانا جائے۔ بہرحال جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہارِ مسرت اور دوزخیوں کی تقریع و نکایت کے لئے کہیں گے کہ جو کچھ وعدے حق تعالیٰ نے پیغمبروں کی زبانی ہم سے فرمائے تھے کہ ایمان لانے والوں کو نعیم دائم ملیگی، ہم تو انہیں سچا پا رہے ہیں اے اہل جہنم! تم بولو کہ تمہارے کفر و عصیان پر جو دھمکیاں دی گئی تھیں تم نے بھی اُن کو سچا پایا؟ ظاہر ہے جواب میں بجز "نعم" کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اُس وقت خدا کا ایک منادی دونوں کے درمیان کھڑے ہو کر پکاریگا کہ (یوں تو گنہگار بہت سے ہیں مگر) خدا کی بڑی پھٹکار اُن ظالموں پر ہے جو خود گمراہ ہوئے اور آخرت کے انجام سے بالکل بیفکر ہو کر دوسروں کو بھی راہِ حق سے روکتے رہے اور اپنی کج بحثیوں سے رات دن اسی فکر میں تھے کہ صاف اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔

بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ
دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار ف١ اور اعراف کے اوپر مرد ہونگے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے
وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ
يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا
امیدوار ہیں ف٢ اور جب پھریگی اُن کی نگاہ دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ
اے رب ہمارے مت کر ہم کو گنہگار لوگوں کے ساتھ ف٣ اور پکارینگے اعراف والے
رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ
اُن لوگوں کو کہ اُنکو پہچانتے ہیں اُن کی نشانی سے ف٤ کہینگے نہ کام آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو تم
تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ
تکبر کیا کرتے تھے ف٥ اب یہ وہی ہیں کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچے گی اُن کو اللہ کی رحمت
ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾ وَنَادَىٰ
چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہوگے ف٦ اور پکارینگے
أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ
دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾
کچھ اُس میں سے جو روزی تمکو دی اللہ نے کہیں گے اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے
الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ
جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا اُن کو دنیا کی زندگی نے
فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا
سو آج ہم اُن کو بھلا دینگے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے

ع ٥ / ١٤

ف١ حجاب کے معنی پردہ اور آڑ کے ہیں۔ یہاں پردہ کی دیوار مراد ہے جس کی تصریح سورۂ حدید میں کی گئی ہے فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ یہ دیوار جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی اس کی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں۔

ف٢ اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اُس کو "اعراف" کہتے ہیں۔ اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبی نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان میں راجح وہ ہی قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف و خلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہونگے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی۔ اور جن کے حسنات و سیئات بالکل مساوی ہونگے وہ اصحاب اعراف ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں چلے جائینگے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب عصاۃ مومنین جن کے سیئات غالب تھے، جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہونگے، تو اصحاب اعراف جن کے حسنات اور سیئات برابر ہیں وہ اُن سے پہلے داخل ہونے چاہئیں گویا اصحاب اعراف کو اصحاب الیمین کی ایک کمزور قسم سمجھنا چاہیئے۔ جس طرح "سابقین مقربین" فی الحقیقت اصحاب یمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کی بدولت عام "اصحاب یمین" سے کچھ آگے نکل گئے ہیں، اُس کے بالمقابل "اصحاب اعراف" گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب یمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں یہ لوگ "اہل جہنم" اور "اہل جنت" کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونو طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہونگے۔ جنتیوں کو اُن کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو اُن کی رُوسیاہی اور بدرونقی سے۔ بہرحال جنت والوں کو دیکھکر سلام کرینگے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہوسکے اُس کی طمع اور آرزو کرینگے جو آخر کار پوری کردی جائے گی۔

ف٣ جنت و دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت خوف و رجاء کے بیچ میں ہوگی اُدھر دیکھیں گے تو امید کریں گے اور اِدھر نظر پڑیگی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ ہمکو ان دوزخیوں کے زمرہ میں شامل نہ کیجیے۔ ف٤ یعنی علاوہ دوزخ میں معذب ہونے کے ان کے چہروں سے دوزخی ہونے کی علامات ہویدا ہونگی۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے لوگ ہونگے جن کو اصحاب اعراف نے دنیا میں دیکھا ہوگا۔ اس لئے وہاں صورت دیکھ کر پہچان لیں گے۔

ف٥ یعنی اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ بڑھ کر شیخیاں مارتے تھے، وہ اب کیا ہوئیں۔ ف٦ یہ "اہل جنت" کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے مساکین اور ضعیف الحال جن کو تم حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہوسکتی ہے۔ اَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا۔ اُن کو تو آج کہہ دیا گیا کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ الخ (چلے جاؤ جنت میں بے خوف و خطر) حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو۔

ف۱ دوزخی بدحواس اور مضطرب ہوکر اہل جنت کے سامنے دست سوال دراز کریں گے کہ ہم جلے جاتے ہیں، تھوڑا سا پانی ہم پر بہاؤ یا جو نعمتیں تم کو خدا نے دے رکھی ہیں کچھ اُن سے ہمیں بھی فائدہ پہنچاؤ۔ جواب ملیگا کہ کافروں کے لئے ان چیزوں کی بندش ہے، یہ کافر وہ ہی تو ہیں جو دین کو کھیل تماشا بناتے تھے اور دنیا کے تنعم پر پھولے ہوئے تھے۔ سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج ہم بھی اُن کا کچھ خیال نہ کرینگے اور جس طرح انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا آج ہم بھی اُن کی درخواست منظور کرنیسے انکار کرتے ہیں۔ ف۲ قرآن جیسی کتاب کی موجودگی یا جس میں تمام ضروریات کی عالمانہ تفصیل موجود ہے اور ہر بات کو پوری آگاہی سے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے چنانچہ ایمان والے اُس سے خوب منتفع ہو رہے ہیں، غضب ہے کہ ان متکبر معاندوں نے کچھ بھی اپنے انجام پر غور نہ کیا۔ پھر اب پچھتانے سے کیا حاصل۔ ف۳ کتاب اللہ میں جو دھمکیاں عذاب کی دی گئی ہیں کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ جب اُن دھمکیوں کا مضمون (مصداق) سامنے آجائے تب حق کو قبول کریں۔ حالانکہ وہ مضمون جب سامنے آجائیگا یعنی عذاب الٰہی میں گرفتار ہونگے تو اس وقت کا قبول کرنا کچھ کام نہ دیگا۔ اُس وقت تو سفارشیوں کی تلاش ہوگی جو خدا کی سزا سفارش کرکے معاف کرادیں اور چونکہ ایسا سفارشی کافروں کو کوئی نہ ملیگا تو یہ تمنا کرینگے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجکر امتحان کر لیا جائے کہ اس مرتبہ اپنے جرائم کے خلاف ہم کیسی نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرتے ہیں۔ لیکن اب اس تمنا سے کیا حاصل ہے جبکہ پہلے خود اپنے ہاتھوں اپنے کو برباد کر چکے اور جو جھوٹے خیالات پکار رکھے تھے وہ سب رفوچکر ہوگئے۔

يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى

منکر تھے ف۱ اور ہم نے اُن لوگوں کے پاس پہنچادی ہے کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ

والی اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے ف۲ کیا اب اسی کے منتظر ہیں کہ اُس کا مضمون ظاہر ہو جائے، جس دن

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ

ظاہر ہو جائیگا اس کا مضمون، کہنے لگینگے وہ لوگ جو اُس کو بھول رہے تھے پہلے سے بیشک لائے تھے

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم کو لوٹا دیئے جائیں

فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

تو ہم عمل کریں خلاف اسکے جو ہم کر رہے تھے بیشک تباہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو اور گم ہو جائیگا اُن سے

ع ۱۳

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

جو وہ افترا کیا کرتے تھے ف۳ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور

الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ

زمین ف۴ چھ دن میں ف۵ پھر قرار پکڑا عرش پر ف۶ اُڑھاتا ہے رات پر

النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ

دن کہ وہ اُسکے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا، اور پیدا کئے سورج اور چاند اور تارے ف۷ تابعدار

بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٤﴾

اپنے حکم کے ف۸ سُن لو اُسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا ف۹

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٥٥﴾ وَ

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے ف۱۰ اُس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے ف۱۱ اور

لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ

مت خرابی ڈالو زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اُس کو ڈر اور

ف۴ گذشتہ آیت میں معاد کا ذکر تھا، اس رکوع میں مبدا کی معرفت کرائی گئی ہے۔ وہاں قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ سے بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ دنیا میں انبیاء و رسل سے منحرف رہتے تھے اُن کو بھی قیامت کے دن پیغمبروں کی سچائی کی ناچار تصدیق کرنی پڑیگی۔ یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں خدا کی حکومت یاد دلانے اور انبیاء و رسل کی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد بعض مشہور پیغمبروں کے احوال و واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ اُن کی تصدیق یا تکذیب کرنیوالوں کا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں کیا انجام ہوا۔ گویا یہ رکوع آنیوالے کئی رکوعات کی تمہید ہے۔

ف۵ یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا۔ کیونکہ یہ متعارف دن اور رات تو آفتاب کے طلوع و غروب سے وابستہ ہیں جب اُس وقت آفتاب ہی پیدا نہ ہوا تھا تو دن رات کہاں سے ہوتا۔ یا یہ کہا جائے کہ عالم شہادت کے دن رات مراد نہیں، عالم غیب کے دن رات مراد ہیں جیسے کسی عارف نے فرمایا ہے ؎

غیب را ابرے و آبے دیگر است — آسمان و آفتابے دیگر است

پہلی صورت میں پھر علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے ہمارے چھ دن کی مقدار مراد ہے۔ یا ہزار برس کا ایک ایک دن جسے فرمایا ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ میرے نزدیک یہ آخری قول راجح ہے۔ بہرحال مقصود یہ ہوا کہ آسمان و زمین دفعۃً بنا کر نہیں کھڑے کئے گئے۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر اُسکی استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال و صور میں منتقل کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ چھ دن (چھ ہزار سال) میں وہ بجمیع متعلقاتہا موجودہ مرتب شکل میں موجود ہوئے جیسا کہ آج بھی انسان اور کل حیوانات و نباتات وغیرہ کی تولید و تخلیق کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے اور یہ اُسکی شان "کن فیکون" کے منافی نہیں۔ کیونکہ "کن فیکون" کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ خدا جس چیز کو وجود کے جس درجہ میں لانا چاہے اس کا ارادہ ہوتے ہی وہ اس درجہ میں آجاتی ہے یہ مطلب نہیں کہ خدا کسی چیز کو وجود کے مختلف مدارج سے گذارنے کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ہر شے کو بدون توسط اسباب و علل کے دفعۃً موجود کرتا ہے۔

ف۶ خدا تعالیٰ کی صفات و افعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ نصوص قرآن و حدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کے بیان کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اُن میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے مثلاً خدا کو "حی" "سمیع" "بصیر" "متکلم" کہا گیا اور انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کئے گئے، تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔ کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اُس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں اب اس میں دو چیزیں ہوئیں۔ ایک وہ آلہ جسے آنکھ کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا مبدا اور ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرا اُس کا نتیجہ اور غرض و غایت (دیکھنا) یعنی وہ خاص علم جو رویت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب "بصیر" کہا تو یہ مبدا اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں۔ اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کر لیں لیکن یہی لفظ جب خدا کی نسبت استعمال کیا گیا تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں ہو سکتیں جو مخلوق کے خواص ہیں جن سے خداوند قدوس قطعاً منزہ ہے البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدا اُسکی ذات اقدس میں موجود ہے اور اُس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت بصری سے حاصل ہو سکتا ہے، اس کو بدرجۂ کمال حاصل ہے۔ آگے یہ کہ وہ مبدا کیسا ہے اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے تو بجز اس بات کے کہ اُس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ نہ صرف سمع و بصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا و غایت کے ثابت ہے مگر اُس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماوراء عقل حقائق میں خوض کرکے پریشان ہو۔ اس کا کچھ خلاصہ ہم سورۂ مائدہ میں زیر فائدہ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ بیان کر چکے ہیں۔ "استوا علی العرش" کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھ لو۔ "عرش" کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔ "استواء" کا ترجمہ اکثر محققین نے "استقرار و تمکن" سے کیا ہے (جسے مترجم رحمہ اللہ نے قرار پکڑنے سے تعبیر فرمایا) گویا یہ لفظ تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی

(باقی صفحہ ۲۱۰)

طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِیْ

توقع سے ف۱ بیشک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور وہی ہے کہ

یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ

چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانیوالی مینہ سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھالاتی ہیں

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا

بھاری بادلوں کو تو ہانک دیتے ہیں ہم اُس بادل کو ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس بادل سے پانی پھر اس سے نکالتے

بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

ہیں سب طرح کے پھل اسی طرح ہم نکالیں گے مُردوں کو تاکہ تم غور کرو

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ

اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اُس میں

لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۴/۵

نہیں نکلتا مگر ناقص یوں پھیر پھیر کر بتلاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے لوگوں کو ف۲

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

بیشک بھیجا ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف پس اُس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں

مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ

تمہارا معبود اسکے سوا میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار

مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ

اُس کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا ف۳ بولا اے میری قوم میں ہرگز

ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ

بہکا نہیں ولیکن میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے پروردگار کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام

رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ

اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تمکو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ف۴ کیا تم کو تعجب ہوا

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۹ - مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض وغایت یعنی ملک پر پورا تسلط واقتدار اور نفوذ وتصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے "استواء علی العرش" میں یہ حقیقت اور غرض وغایت بدرجۂ کمال موجود ہے یعنی آسمان وزمین (کل علویات و سفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد اُن پر کامل قبضہ واقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ وشہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے جیساکہ دوسری جگہ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے بعد یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وغیرہ الفاظ اور یہاں یُغْشِی الَّیْلَ النَّہَارَ الخ سے اسی مضمون پر متنبہ فرمایا ہے۔ رہا استواء علی العرش کا مبدا اور ظاہری صورت، اسکے متعلق وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیئے جو ہم "سمع وبصر" وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اسکی کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ "اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ۔ وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم ۔ دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر ۔ ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم"۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ **ف۷** یعنی رات کے اندھیرے کو دن کے اجالے سے یا دن کے اجالے کو رات کے اندھیرے سے ڈھانپتا ہے۔ اس طرح کہ ایک دوسرے کا تعاقب کرتا ہوا تیزی سے چلا آتا ہے۔ اِدھر رات ختم ہوئی اُدھر دن آموجود ہوا، یا دن تمام ہوا تو فوراً رات آگئی۔ درمیان میں ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں ہوتا۔ شاید اس پر بھی تنبیہ فرما دی کہ اسی طرح کفر وضلالت اور ظلم وعدوان کی شب دیجور جب عالم پر محیط ہو جاتی ہے اس وقت خدا تعالیٰ ایمان وعرفان کے آفتاب سے ہر چہار طرف روشنی پھیلا دیتا ہے اور جب تک آفتاب عالمتاب کی روشنی نمودار نہ ہو تو نبوت کے چاند تارے رات کی تاریکی میں اُجالا اور رہنمائی کرتے ہیں۔

ف۸ کوئی ستارہ اس کے حکم کے بدون حرکت نہیں کر سکتا۔

ف۹ پیدا کرنا "خلق" ہے اور پیدا کرنے کے بعد تکوینی یا تشریعی احکام دینا یہ "امر" ہے اور دونوں اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ اس طرح وہ ہی ساری خوبیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہوا۔

ف۱۰ جب "عالم خلق وامر" کا مالک اور تمام برکات کا منبع وہ ہی ذات ہے تو اپنی دنیوی واخروی حوائج میں اسی کو پکارنا چاہیئے۔ الحاح واخلاص اور خشوع کے ساتھ بدون ریاکاری کے آہستہ آہستہ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل اخفاء ہے اور یہی سلف کا معمول تھا، بعض مواضع میں جہر واعلان کسی عارض کی وجہ سے ہوگا جسکی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں ہے۔

ف۱۱ یعنی دعاء میں حد ادب سے نہ بڑھے۔ مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں، وہ مانگنے لگے یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے، یا ایسا سوال کرے جو اس کی شان وحیثیت کے مناسب نہیں یہ سب "اعتداء فی الدعاء" میں داخل ہے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ پچھلی آیتوں میں ہر حاجت کے لئے خدا کو پکارنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ اس آیت میں مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کی رعایت سکھلائی۔ یعنی جب دنیا میں معاملات کی سطح درست ہو تو تم اس میں گڑبڑی نہ ڈالو، اور خوف ورجاء کیساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہو۔ نہ اُس کی رحمت سے مایوس ہو اور نہ اسکے عذاب سے مامون اور بےفکر ہو کر گناہوں پر دلیر بنو۔ میرے نزدیک یہ ہی راجح ہے کہ یہاں وَادْعُوْہُ الخ میں دعاء سے عبادت مراد لی جائے جیساکہ صلوٰۃ تہجد کے بارہ میں فرمایا تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

ف۲ پچھلی آیات میں "استواء علی العرش" کے ساتھ فلکیات (چاند، سورج وغیرہ) میں جو خدائی تصرفات ہیں، ان کا بیان تھا، درمیان میں بندوں کو کچھ مناسب ہدایات کی گئیں۔ اب سفلیات اور "کائنات الجو" کے متعلق اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ لوگ معلوم کرلیں کہ آسمان زمین اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہوائیں چلانا، مینہ برسانا، قسم قسم کے پھول پھل پیدا کرنا، ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اگانا، یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں۔ اسی ذیل میں مُردوں کا موت کے بعد جی اٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک تو مردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں یعنی جاہل ادنیٰ لوگوں میں (جو جہالت وذلت کی موت سے مر چکے تھے) عظیم الشان نبی بھیجا اور انہیں علم دیا اور دنیا کا سردار کیا، پھر ستھری استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد خراب تھی ان کو بھی فائدہ پہنچ رہا ناقص سا"۔ گویا اس پورے رکوع میں بتلا دیا گیا کہ جب خدا اپنی رحمت وشفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے چاند سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز وشاداب کرنے اور انسان وحیوانات کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل وظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی چاند اور سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے۔ بلاشبہ اس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں۔ چنانچہ آئندہ کئی رکوع میں ان ہی پیغمبروں کے بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے اور جیساکہ بارش اور زمین کی مثال میں اشارہ کیا گیا کہ مختلف زمینیں اپنی اپنی استعداد کے موافق بارش کا اثر قبول کرتی ہیں، اسی طرح سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام جو خیر وبرکت لے کر آتے ہیں اس سے

(باقی صفحہ ۲۱۱)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۱۰ - منتفع ہونا بھی حسنِ استعداد پر موقوف ہے، جو لوگ ان سے انتفاع نہیں کرتے یا پورا انتفاع نہیں کرتے اُنہیں اپنی سوءِ استعداد پر رونا چاہیئے ۔ باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔ ف۳ آدم علیہ السلام کا قصہ ابتدائے سورت میں گذر چکا۔ اُن کے بعد نوح علیہ السلام پہلے اولوالعزم اور مشہور رسول ہیں جو زمین والوں کی طرف مشرکین کے مقابلہ میں بھیجے
گئے۔ گو باعتبار اپنی خاص شریعت کے اُن کی بعثت خاص اپنی قوم کی طرف مانی جائے تاہم اُن اساسی اصول کے اعتبار سے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں مشترک ہیں کہا جاسکتا ہے کہ تمام
انسان ہر نبی کے مخاطب ہوتے ہیں مثلاً توحید اور اقرار معاد کی تعلیم پر سارے پیغمبر متفق اللسان ہیں تو ایسی چیزوں کی تکذیب کرنا فی الحقیقت تمام انبیاء کی تکذیب کرنا ہے۔ بہر حال نوح علیہ السلام
نے توحید وغیرہ کی عام دعوت دی۔ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے گذرے کہ ساری اولادِ آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی۔ بُت پرستی کی ابتدار ابن عباسؓ کے بیان کے موافق یوں ہوئی
کہ بعض صالحین کا انتقال ہوگیا جن کے نام وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر تھے، جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں۔ لوگوں نے اُن کی تصویریں بنالیں تاکہ اُن کے احوال و عبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے
کچھ مدت کے بعد اُن صورتوں کے موافق مجسمے تیار کرلئے حتیٰ کہ کچھ دنوں کے بعد اُن کی عبادت ہونے لگی۔ اور یہ بُت انہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔ جب بُت پرستی کی وبا پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید و تقویٰ کی طرف بُلایا۔ اور دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرایا مگر لوگوں نے اُن کی تضلیل و تجہیل کی اور کوئی بات نہ سُنی آخر طوفان کے عذاب نے سب کو گھیر لیا اور جیسا کہ نوح نے دعا کی تھی رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا۔ رُوئے زمین پر کوئی کافر عذاب الٰہی سے نہ بچا۔ بستانی نے "دائرۃ المعارف" میں یورپین محققین کے اقوال طوفان اور عموم طوفان کے متعلق نقل کئے ہیں۔

اَنۡ جَآءَکُمۡ ذِکۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ مِّنۡکُمۡ لِیُنۡذِرَکُمۡ وَلِتَتَّقُوۡا

کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو

وَلَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿٦٣﴾ فَکَذَّبُوۡہُ فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗ فِی

اور تاکہ تم پر رحم ہو ف۱ پھر انہوں نے اُس کو جھٹلایا، پھر ہم نے بچالیا اُس کو اور اُن کو جو اُس کے ساتھ تھے

الۡفُلۡکِ وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا عَمِیۡنَ ﴿٦٤﴾ ع ۸ ۱۵

کشتی میں اور غرق کردیا اُن کو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بیشک وہ لوگ تھے اندھے ف۲

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاہُمۡ ہُوۡدًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ

اور قوم عاد کی طرف بھیجا انکے بھائی ہُود کو ف۳ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود

غَیۡرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖۤ اِنَّا

اُس کے سوا سو کیا تم ڈرتے نہیں ف۴ بولے سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں ہم تو

لَنَرٰىکَ فِیۡ سَفَاہَۃٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ لَیۡسَ

دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں ف۵ بولا اے میری قوم میں

بِیۡ سَفَاہَۃٌ وَّلٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ

کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور

اَنَا لَکُمۡ نَاصِحٌ اَمِیۡنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَکُمۡ ذِکۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَلٰی

میں تمہارا خیر خواہ ہوں اطمینان کے لائق ف۶ کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے

رَجُلٍ مِّنۡکُمۡ لِیُنۡذِرَکُمۡ ؕ وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَکُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ

ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تم کو ڈرائے، اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کردیا پیچھے قوم

نُوۡحٍ وَّزَادَکُمۡ فِی الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَۃً ۚ فَاذۡکُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿٦٩﴾

نوح کے ف۷ اور زیادہ کردیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ ف۸ سو یاد کرو اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۹

قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰہَ وَحۡدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ

بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے

ف۲ یعنی میں تو ذرا بھی نہیں بہکا، ہاں تم بہک رہے ہو کہ خدا کے پیغامبر کو نہیں پہچانتے جو نہایت فصاحت سے خدائی پیغام تم کو پہنچا رہا ہے اور تمہاری بھلائی چاہتا ہے تم کو عمدہ نصیحتیں کرتا ہے۔ اور خدا کے پاس سے وہ علوم و ہدایت لیکر آیا ہے جن کے تم جاہل ہو۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ تم ہی میں سے خدا کسی ایک فرد کو اپنی پیغام رسانی کے لئے چن لے۔ آخر اس نے ساری مخلوق میں سے منصب خلافت کے لئے آدم علیہ السلام کو کسی مخصوص استعداد کی بنا پر چن لیا تو کیوں نہیں ہوسکتا کہ اولادِ آدم میں سے بعض کامل الاستعداد لوگوں کو منصب نبوت و رسالت کے لئے انتخاب کر لیا جائے تاکہ وہ لوگ براہِ راست خدا سے فیض پاکر دوسروں کو اُن کے انجام سے آگاہ کریں اور یہ اس پر آگاہ ہوکر بدی سے بچ جائیں اور اس طرح خدا کے رحم و کرم کے مَورِد بنیں۔

ف۲ یعنی حق و باطل اور نفع نقصان کچھ نہ سُوجھا۔ اندھے ہوکر برابر سرکشی اور تکذیب و بغاوت پر قائم رہے اور بُت پرستی وغیرہ حرکات سے باز نہ آئے، تو ہم نے معدودے چند مومنین کو بچاکر جو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوئے تھے، باقی سب مکذبین کا بیڑا غرق کردیا۔ اب جس قدر انسان دنیا میں موجود ہیں وہ ان ہی اہلِ سفینہ بلکہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی ذرّیت ہیں۔

ف۳ "عاد" حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے اِرم کی اولاد میں ہیں۔ یہ قوم اسی کی طرف منسوب ہے۔ ان کی سکونت "احقاف" (یمن) میں تھی۔ حضرت ہُود علیہ السلام اسی قوم سے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اُن کے قومی اور وطنی بھائی ہوئے۔

ف۴ ان لوگوں میں بُت پرستی پھیل گئی تھی۔ روزی دینے، مینہ برسانے تندرست کرنے اور مختلف مطالب و حاجات کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش ہوتی تھی۔ ہُود علیہ السلام نے اس کا رد کیا اور اس جُرم عظیم کی سزا سے اُن کو ڈرایا۔

ف۵ یعنی معاذ اللہ! تم بے عقل ہو کہ باپ دادا کی روش چھوڑ کر ساری برادری سے الگ ہوتے ہو اور جھوٹے بھی ہو کہ اپنے اقوال کو خدا کی طرف منسوب کرکے خواہ مخواہ عذاب کا ڈراوا دیتے ہو۔

ف۶ یعنی میری کوئی بات بے عقلی کی نہیں، ہاں جو منصبِ رسالت مجھ کو خدا کی طرف سے تفویض ہوا ہے اس کا حق ادا کرتا ہوں۔ یہ تمہاری بے عقلی ہے کہ اپنے حقیقی خیر خواہوں کو جن کی امانت و دیانت پہلے سے لائق اطمینان ہے بے عقل کہہ کر خود اپنا نقصان کرتے ہو۔

ف۷ یعنی قوم نوحؑ کے بعد دنیا میں تمہاری حکومتیں قائم کیں اور اس کی جگہ تم کو آباد کیا۔ شاید یہ احسان یاد دلا کر اس پر بھی متنبہ کرنا ہے کہ بُت پرستی اور تکذیبِ رسُول کی بدولت جو حشر اُن کا ہوا وہ کہیں تمہارا نہ ہو۔

ف۸ جسمانی قوت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی۔

ف۹ جو احسانات مذکور ہوئے وہ اور اُن کے علاوہ خدا کے دوسرے بے شمار احسانات یاد کرکے اُس کے شکر گذار اور فرمانبردار بننا چاہیئے نہ یہ کہ منعمِ حقیقی سے بغاوت کرنے لگو۔

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ

پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے ف١ کہا تم پر واقع ہو چکا ہے

مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ

تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ ف٢ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے اُن ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ

تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے اُن کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

تمہارے ساتھ منتظر ہوں ف٣ پھر ہم نے بچا لیا اُس کو اور جو اُس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے

وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع

اور جڑ کاٹی اُن کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور نہیں مانتے تھے ف٤

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

اور ثمود کی طرف بھیجا اُن کے بھائی صالح کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً

معبود اس کے سوا، تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے ف٥ یہ اونٹنی اللہ کی ہے تمہارے لئے نشانی

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

سو اُس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تم کو پکڑیگا عذاب

اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی

دردناک ف٦ اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کر دیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو

الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ

زمین میں کہ بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے

بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾

گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں فساد ف٧

وقف لازم

ف١ یعنی جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہیں، اگر آپ سچے ہیں تو وہ لے آئیے۔

ف٢ یعنی جب تمہاری سرکشی اور گستاخانہ بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہی ہو چکا اس کے آنے میں اب کچھ دیر نہیں۔

ف٣ بتوں کو جو کہتے تھے کہ فلاں رزق دینے والا ہے اور فلاں مینہ برسانے والا اور فلاں بیٹا عطا کرنے والا وعلیٰ ہذا القیاس، یہ محض نام ہی نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں، خدائی صفات پتھروں میں کہاں سے آئیں۔ پھر ان نام کے معبودوں کے پیچھے جن کی معبودیت کی کوئی عقلی یا نقلی سند نہیں، بلکہ کل عقلی ونقلی دلائل جسے مردود ٹھہراتے ہیں، تم دعوئے توحید میں مجھ سے جھگڑے اور بحثیں کرتے ہو۔ جب تمہارے جہل اور شقاوت وعناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے تو انتظار کرو کہ خدا ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے۔ مَیں بھی اسی فیصلہ کا منتظر ہوں۔

ف٤ یعنی اُن پر سات رات اور آٹھ دن تک مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ٹکرا ٹکرا کر اور پٹک پٹک کر ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ تو "عاد اولیٰ" کا انجام ہوا۔ اور اسی قوم کی دوسری شاخ (ثمود) جسے "عاد ثانیہ" کہتے ہیں، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

ف٥ یعنی جو دلیل تم مانگ رہے تھے وہ پہنچ گئی۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے عہد و اقرار کیا تھا کہ آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے خدا نے حضرت صالحؑ کی دعا سے ویسا ہی کر دیا۔ ان کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارا فرمائشی معجزہ تو خدا نے دکھلا دیا۔ اب ایمان لانے میں کیا تامل ہے۔

ف٦ یعنی یہ اونٹنی خدا کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے، جو میری دعا پر غیر معتاد طریقہ سے خدا نے پیدا کی، اس کے حقوق کی رعایت کرو۔ مثلاً خدا کی زمین میں مباح گھاس کھانے اور اس کی باری میں پانی پینے سے نہ روکو۔ غرض خدا کے اس نشان کے ساتھ جو تم نے خود مانگ کر حاصل کیا ہے، بُرائی سے پیش مت آؤ ورنہ تمہاری بھی خیر نہیں۔

ف٧ یعنی احسان فراموشی اور شرک وکفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

ف۱ قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے، وہ غریب اور کمزور مسلمانوں سے استہزاءً کہتے تھے کہ ایک بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے ؛ مگر تمہیں معلوم ہوگیا کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے ؛ مسلمانوں نے جواب دیا کہ (معلوم ہونا کیا معنیٰ ۔ معلوم تو تم کو بھی ہے)، ہاں ہم دل سے قبول کر کے اُس پر ایمان بھی لاچکے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہوکر بولے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم ابھی تک اُسے نہیں مانتے ۔ پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کونسی بڑی کامیابی ہے ۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا

کہنے لگے سردار جو متکبر تھے اُس کی قوم میں غریب لوگوں کو

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا

کہ جو اُن میں ایمان لاچکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو بھیجا ہے اُس کے رب نے بولے

اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۷۵ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا

ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اُس پر یقین ہے کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے جس

بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ ۝۷۶ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ

پر تم کو یقین ہے ہم اُس کو نہیں مانتے ف۱ پھر انہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم

رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۷۷

سے ف۲ اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو رسول ہے ف۳

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝۷۸ فَتَوَلّٰی

پس آپکڑا اُن کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے ف۴ پھر صالح الٹا پھرا

عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ

اُن سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری

وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۝۷۹ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ

لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے ف۵ اور بھیجا لوط کو جب کہا اُس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَکُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝۸۰ اِنَّکُمْ

ایسی بیحیائی کہ تم سے پہلے نہیں کیا اُس کو کسی نے جہان میں ف۶ تم تو

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

دوڑتے ہو مردوں پر شہوت کے مارے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو

مُّسْرِفُوْنَ ۝۸۱ وَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ

حد سے گذرنیوالے ف۷ اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا کہ نکالو اِن کو

ف۲ کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مواشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن جس کنوئیں سے پانی پیتی کنواں خالی کردیتی۔ گویا جیسے اُس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی، لوازم و آثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ آخر لوگوں نے غیظ میں آکر اس کے قتل پر اتفاق کرلیا، اور بدبخت "قدار" نے اُس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ بعدہٗ خود حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو "صالحؑ" اور "ناقہ" کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیا۔

ف۳ ایسے کلمات انسان کی زبان سے اُس وقت نکلتے ہیں جب خدا کے قہر و غضب سے بالکل بے خوف ہوجاتا ہے ۔ "عاد اولیٰ" کی طرح "ثمود" بھی اس مرتبہ پر پہنچ کر عذاب الٰہی کے مورد بنے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

ف۴ دوسری آیت میں اِن کا "صیحہ" (چیخ) سے ہلاک ہونا بیان فرمایا ہے شاید نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہوگی۔

ف۵ کہتے ہیں کہ حضرت صالحؑ قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے اُن کی لاشوں کے انبار دیکھ کر یہ خطاب فرمایا، یا تو اُسی طرح جیسے آنحضرت صلعم نے مقتولین بدر کو فرمایا تھا اور یا محض بطور تحسّر فرضی خطاب تھا۔ جیسے شعراء دیار و اطلال (کھنڈرات) وغیرہ کو خطاب کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب ہلاکت سے پہلے تھا اس صورت میں بیان میں ترتیب واقعات مرعی نہ ہوگی۔ بہرحال اس خطاب میں دوسروں کو سُنانا تھا کہ اپنے معتبر خیر خواہوں کی بات ماننی چاہیئے ۔ جب کوئی شخص خیر خواہوں کی قدر نہیں کرتا تو ایسا نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے۔

ف۶ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے ہیں جو اُن کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے ملک شام میں تشریف لائے اور خدا کی طرف سے سَدُوم اور اُس کے گرد و نواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تاکہ اُن کی اصلاح فرمائیں اور اُن گندے، خلاف فطرت اور بے حیائی کے کاموں سے باز رکھیں۔ جن میں وہاں کے لوگ مُبتلا تھے، نہ صرف مُبتلا بلکہ اس بے حیائی کے مُوجد تھے۔ اُن سے پیشتر عالم میں اس بیماری سے کوئی واقف نہ تھا۔ اولاً یہ ملعون حرکت شیطان نے سَدُوم والوں کو سجھائی اور وہیں سے دوسرے مقامات میں پھیلی۔ حضرت لُوط علیہ السلام نے اس ملعون و شنیع حرکت کے عواقب پر متنبہ کیا۔ اور گندگی کو دنیا سے مٹانا چاہا۔ موجودہ بائبل کے جمع کرنے والوں کی شرمناک جسارت پر ماتم کرنا پڑتا ہے کہ ایسے پاکباز اور معصوم پیغمبر کی نسبت جو دنیا کو بیحیائی اور گندگی سے پاک کرنے کے لئے آیا تھا۔ ایسی سخت ناپاک حرکات منسوب کیں جن کے سننے سے حیادار آدمی کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔

ف۷ یعنی صرف یہی نہیں کہ ایک گناہ کے تم مرتکب ہو رہے ہو بلکہ اس خلاف فطرت فعل کا ارتکاب اس کی دلیل ہے کہ تم انسانیت کی حدود سے بھی باہر نکل چکے ہو۔

ف۱ یعنی آخری بات انہوں نے یہ کہی کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور آپ پاک بننا چاہتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہیئے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر وہ ملعون تو کیا نکالتے، ہاں حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت و عافیت کے ساتھ صحیح و سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور ان بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السلام کے متعلقین میں سے صرف اُن کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی کیونکہ اس کا ساز باز ان معذبین سے تھا۔ لوط علیہ السلام کے یہاں جو مہمان وغیرہ آتے اُن کی اطلاع یہ ہی کیا کرتی اور ان کو بدکاری کی ترغیب دیتی تھی۔ یا جیساکہ بعض نے لکھا ہے مردوں کی طرح عورتوں میں بھی "مساحقہ" کا رواج ہو گیا تھا، یہ عورت اس میں مبتلا تھی۔ بہر حال عذاب ان سب پر آیا جو اس مہلک مرض میں مبتلا تھے، اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ نبی کا مقابلہ اور تکذیب کرتے تھے، یا جو کفر و فحش کے سسٹم میں اُن کے معین و مددگار تھے۔

مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ

اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں پھر بچا دیا ہم نے اسکو اور اسکے گھر والوں کو

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ

مگر اُس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں ف۱ اور برسایا ہم نے انکے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا ف۲

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

پھر دیکھ کیا ہوا انجام گنہگاروں کا ف۳ اور مدین کی طرف بھیجا اُن کے بھائی

شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ

شعیب کو ف۴ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اُس کے سوا تمہارے

جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

پاس پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے ف۵ سو پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹا کر دو

النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ

لوگوں کو اُن کی چیزیں اور مت خرابی ڈالو زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ ۚ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ف۶ اور مت بیٹھو راستوں پر کہ ڈراؤ

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ

اور روکو اللہ کے راستہ سے اُس کو جو کہ ایمان لائے اُس پر اور ڈھونڈو اُس میں عیب ف۷

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور یاد کرو جبکہ تھے تم بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا اور دیکھو کیا ہوا انجام

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ

فساد کرنیوالوں کا ف۸ اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اُس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور

طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

ایک فرقہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے ف۹

ف۲ دوسری جگہ مذکور ہے کہ بستیاں اُلٹ دی گئیں اور پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ بعض ائمہ کے نزدیک آج بھی لوطی کی سزا یہ ہے کہ کسی پہاڑ وغیرہ بلند مقام سے اُسے گرایا جائے اور اوپر سے پتھر مارے جائیں، اور سخت بدبودار گندی جگہ میں مقید کیا جائے۔

ف۳ یعنی گناہ کرتے وقت اُس کا بد انجام سامنے نہیں آتا۔ جاہل شہوت و لذت کے غلبہ میں وہ بات کر گذرتا ہے جو عقل و انسانیت کے خلاف ہے لیکن عقلمند کو چاہیئے کہ دوسروں کے واقعات سُن کر عبرت حاصل کرے اور بدی کے انجام کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔

ف۴ قرآن میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے اگر اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم ہے فبہا و نعمت۔ اور دو جُداگانہ قومیں ہیں تو دونوں کی طرف مبعوث ہوئے ہونگے اور دونوں میں کم تولنے ناپنے کا مرض مشترک ہوگا۔ بہر حال حضرت شعیب علیہ السلام نے علاوہ توحید وغیرہ کی عام دعوت کے خاص معاشری معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی جیساکہ آئندہ آیات میں مذکور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو کمال فصاحت کی وجہ سے "خطیب الانبیاءؑ" کہا جاتا ہے۔

ف۵ یعنی میری صداقت کی دلیل ظاہر ہو چکی۔ اب جو نصیحت کی بات تم سے کہوں اسے قبول کرو اور جن خطرناک عواقب پر متنبہ کروں، اُن سے ہوشیار ہو جاؤ۔

ف۶ بندوں کے حقوق کی رعایت اور معاملات باہمی کی درستی جس کی طرف ہمارے زمانے کے پرہیزگاروں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے خدا کے نزدیک اس قدر اہم چیز ہے کہ اُسے ایک جلیل القدر پیغمبر کا مخصوص وظیفہ قرار دیا گیا، جس کی مخالفت پر ایک قوم تباہ کی جا چکی ان آیات میں حضرت شعیبؑ کی زبانی آگاہ فرما دیا کہ لوگوں کو ادنیٰ ترین مالی نقصان پہنچانا اور ملک میں اصلاحی حالت قائم ہو چکنے کے بعد خرابی اور فساد پھیلانا خواہ کفر و شرک کر کے یا ناحق قتل و نہب وغیرہ سے۔ یہ کسی ایماندار کا کام نہیں ہو سکتا۔

ف۷ راستوں پر بیٹھنا دو وجہ سے تھا۔ راہ گیروں کو ڈرا دھمکا کر ظلماً مال وصول کریں اور مومنین کو شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور خدا کا دین اختیار کرنے سے روکیں اور خدائی مذہب کے متعلق نکتہ چینی اور عیب جوئی کی فکر میں رہیں۔

ف۸ یعنی تعداد اور دولت دونوں میں کم تھے۔ خدا نے دونوں طرف تم کو بڑھایا، مردم شماری بھی بڑھ گئی اور دولت مند بھی ہو گئے۔ خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرو۔ اور وہ جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ خدا کے اور بندوں کے حقوق پہچان کر عملی درستی اور اصلاح میں مشغول رہو اور ان نعمتوں پر مغرور نہ ہو بلکہ خرابی اور فساد مچانے والوں کا جو انجام پہلے ہو چکا ہے اسے پیش نظر رکھ کر خدائی گرفت سے ڈرتے رہو۔

ف۹ یعنی جو چیز میں لے کر آیا ہوں اگر تم متفقہ طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اختلاف ہی کی ٹھان رکھی ہے تو تھوڑا صبر کرو۔ یہاں تک کہ آسمان ہی سے میرے تمہارے اختلافات کا فیصلہ ہو جائے۔